



سراج الدین شیدا

رجیڈ ایس را فھر کے ایک نٹ کھٹ اور
تھلکہ خیزت اول کی تلخیص

ظاویٰ کا جاسوس

کی تھڑا سٹریٹ میں واقع پھولے سے ریسٹوران میں لیو پولو ایک نبتا معشر شخص کے ساتھ بیٹھا بڑا خوش و خرم نظر آ رہا تھا، لیکن مجھ پر نظر پڑتے ہی اُس کی ساری خوشی کا نور ہو گئی اور اُس کا چہرہ بھی ٹھوٹی راکھ کا ڈھیر نظر آنے لگا۔

رات کے دس بجے تھے۔ ریسٹوران میں ابھی گہمی نہ تھی، محض پانچ سات گاہک تھے۔ یہ صورت حال میرے لیے بڑی موزوں اور لیو پولو کے لیے بڑی ہی ناسازگار تھی حیرت سے اُس کی آنکھیں پھیل گئیں اور نہ یوں بن گیا جیسے حلق میں چھنی ہوئی کھٹی انگٹے کی کوشش کر رہا ہو۔ اُس نے اپنے ہم نشین سے کچھ کہا، اور کیں اُس وقت کیں میں داخل ہونے کو تھا جب اُس کا ساتھی ریسٹوران کے عقبی دروازے کی طرف منک گیا۔

مجھے گمان سا ہوا کہ روفو چکر ہونے والا شخص اسٹین پینیل ہے، مگر نہیں وہ شخص اسٹین پینیل سے تن و توش میں کہیں زیادہ تھا۔ واضح رہے کہ پینیل اُن دو اشخاص میں سے نہ تھا۔ چیل کو دس کو کھلانے کی تمنا میرے دل میں گیلی لکڑی کی طرح شلک رہی تھی۔ وہ حقیقت راہ فرار اختیار کرنے والے شخص کو میں پہلے بھی لیو پولو کی میتیت میں دیکھ چکا تھا، مگر سہر دست اُس کی شخصیت کسی اہمیت کی حامل نہ تھی۔ اُس وقت میرے تمام تر غیظ و غضب کا نشانہ لیو پولو کی ذات تھی۔

فرار ہونے کی مہلت نہ پا کر لیو پولو کسما کر اٹھا ہی تھا کہ میں اُس کے سر پر چا پٹا اور دائیں ہاتھ کے دھکے سے اُسے دیوار کی طرف دھکیل دیا۔ اُس کا سر جو بنی دیوار سے ٹکرایا۔ آنکھوں کی پتلیاں گھوم گئیں اور بے بسی کی حالت میں وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔ میں نے غرر کر کہا: ”مجھے ابھی تک زندہ پا کر شاید تم حیران ہو رہے ہو، لیو پولو!“

اُس نے مری ہوئی آواز میں کچھ کہنا چاہا، مگر قوت گویائی نے ساتھ نہ دیا۔ میں نے براہ راست سوال کیا: ”ہو نہ ہو! تو کیا

اُس فن پارے کی چوری کے متعلق تمہیں کچھ بھی معلوم نہیں؟“ اُس نے لبوں پر زبان پھرتے ہوئے کہا: ”میں نے اس چوری کا ارتکاب نہیں کیا۔ میں نے ڈا....“

”لیو پولو!“ میں نے تیزی سے اُس کی بات کاٹی ”میں کب کہتا ہوں کہ تم چوری کے مرتکب ہوئے ہو؟ لیکن چور کے متعلق یقینی طور پر سب کچھ جانتے ہو۔ میں شرط یہ کہہ سکتا ہوں کہ پچھلی مرتبہ جب ہم دونوں ملے تھے، اُس وقت بھی تمہیں سب کچھ معلوم تھا۔ ٹھیک ہے نا؟“

”نچلا ہونٹ دانتوں میں داب کر وہ بولا: ”پچھلی مرتبہ؟“ میں کچھ سمجھا نہیں۔“

”جلدی جان لو گے۔ میں ابھی ابھی ایک شخص کا قصہ تمام کر کے آ رہا ہوں۔“

”نہیں!“ وہ ایک بار پھر سرتاپا حیرت بن گیا۔

”ہاں!“ اُس کم بخت پر دو گولیاں ضائع کرنا پڑیں۔ کھٹی

میٹھی گولیاں نہیں، ریوا اور کی گولیاں! میں نے ریوا کو تھپکا یا۔

”کاش!“ تم اُس کے تڑپنے کا منظر دیکھ سکتے۔ بس یہ سمجھ لو کہ ماہی بے آب یا مرغ نیم بسمل کی طرح پھرتے اور تڑپتے

ہوئے اُس نے جان دی۔ نامزد کے خون سے میرے نئے

قایلین کا ستیا ناس ہو گیا۔ انتڑیاں باہر آ گئی تھیں اُس کی!“

لیو پولو کچھ ایسا دیر اور حوصلہ مند شخص نہ تھا۔ یہ سنتے ہی

اُس کا رنگ زرد پڑ گیا۔ خوں ریزی، انتڑیوں اور تڑپنے

پھرنے کی باتوں سے اُسے دشت ہو رہی تھی۔ میں نے

سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے بدستور تلخ لہجے میں کہا: ”میں

جانتا ہوں کہ اُس نے مجھے قتل کرنے کی ناکام کوشش کیوں

کی تھی، اور تم بھی یہ بات اچھی طرح جانتے ہو۔“

”نکات!“ یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟ میں تمہارا مطلب۔“

”جو موت!“ میں نے ٹیلی آواز میں کہا۔ ”میرا مطلب

تم خوب سمجھتے ہو اور یہ بھی جانتے ہو کہ اب میں تمہارا کیا

حشر کرنے والا ہوں۔“ میں نے کوٹ کے نیچے ہاتھ ڈال کر

اعشاریہ اثمتیں کا ریوا اور ہاتھ میں تھا مایا۔ یہ کیبن ریسٹوران

کے عقب میں تھا اور گا کھوں میں سے کوئی بھی ہماری طرف متوجہ نہ تھا۔ لیوپو! تمہیں یہ نہ بھولنا چاہیے تھا کہ میں اپنے دشمن کو ہرگز معاف نہیں کیا کرتا۔ میں نے ریوالور کا گھوڑا چڑھا کر ٹریگر دبا دیا۔ مال کا منہ اُس کی پیشانی کی طرف تھا۔

ٹلک جیسی آواز سے ریوالور چلا، مگر کوئی گولی باہر نہ آئی، کیونکہ میں نے پیشگی یہ احتیاط برتی تھی کہ ہتھوڑا گسے تو اُس وقت جیمبر کا بچلا خانہ خالی ہو، تاہم یہ اقدام بڑا مؤثر اور کارگر ثابت ہوا۔ اگلے ہی لمحے، دہشت اور خوف کی شدت سے، لیوپو بے ہوش ہو چکا تھا۔ میں نے تلخی سے دانت کچکچاتے ہوئے ادھر ادھر نگاہ دوڑائی، مین چارٹ پر سے میز پر ہر بیٹھا ہوا جوڑا ہماری طرف دیکھ رہا تھا، لیکن اُن کے چہروں سے یہ ظاہر نہ ہوتا تھا کہ وہ اعشاریہ اڑتیس سوٹ پیش بھی دیکھ چکے ہیں۔ کوئی اور گا کھ بھی دروازے کی طرف سرپٹ بھاگنے کو آمادہ نہ دکھائی دے رہا تھا۔

لیوپو نے بڑے سکون سے میز پر سر ٹیک دیا تھا۔ اُس کی آنکھیں بند تھیں اور چہرے پر فریونی طاری تھی؛ البتہ سانس کی بے ہنگم آمد و رفت زندگی کا پتہ دے رہی تھی۔ لیوپو کی بے ہوشی طویل ہونے لگی تو میں نے اُس کی نین ٹوٹی اُسے زندہ پا کر مجھے اطمینان اور قدرے خوشی ہوئی، کیونکہ ایک لحاظ سے میں اُسے پسند بھی کرتا تھا۔ اُس کی خوش طبعی اور ذہانت مجھے متاثر کرتی رہی تھی۔ اچانک وہ کسمپاسا اور اُس کے حلقوم سے ہلکا سا شور برآمد ہوا، مزید انتظار کرتے ہوئے میں نے گزشتہ واقعات کا ذہنی جائزہ لیا تو اس نتیجے تک پہنچا کہ لیوپو ہی قصور وار تھا۔



یہ اُن دنوں کی بات ہے جب میں نے جنرل روسور کے ہالی فوڈ پارٹن ہونے میں ایک سرانفراس ایسی جگہ کو کھتی تھی۔ ایک روز کام ختم کرنے اور نہانے کے بعد میں تو لیوے میں لیٹا ہوا، مناسب لباس کا انتخاب کر رہا تھا کہ فون کی گھنٹی بجی۔ میں نے ریسور اُٹھایا تو ایک کھردری آواز نے جی رہی

میڈیسن کے نام سے اپنا تعارف کرایا۔

جی رہی میڈیسن کے متعلق بہت سی باتیں مجھے معلوم تھیں۔ یہ الگ بات تھی کہ اب تک میری اُس سے بالمشافہ ملاقات نہ ہوئی تھی؛ البتہ ہائلم فارچون اور متھو مقامی رسائل میں اُس کی تصویر بار بار دیکھی تھی۔ تیل کی آمدنی، اسٹاک مارکیٹ، متعدد بڑی بڑی عمارات اور ایک بہترین کتاب کی اشاعت نے اُس کی دولت میں بے حد اضافہ کیا تھا۔ اس کتاب شاہلہ لیونارڈو کے مطالعے سے میں بھی لطف اندوز ہوا تھا۔ خیال ہے اُس کی دولت پانچ کروڑ سے متجاوز تھی۔

ابتدائی تعارفی کلمات کے بعد اُس نے کہا؛ مہتر سکاٹ! آج شام اگر میرے گھر آسکو تو مجھے بڑی مسرت ہوگی۔ ایک اہم اور انتہائی مخفیہ معاملے پر گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔ یہ بات ہے تو مزہ و حیرت ہوگی گا۔ میں نے جواب دیا اور اس کے ساتھ ہی گفتگو ختم ہو گئی۔

میرا کام کبھی خاصا تفریح بخش ثابت ہوتا ہے، لیکن بعض اوقات دن دہاڑے گولیاں چلتی ہیں اور رات کی تاریکی میں خنجر گھونپے جانے کا امکان رہتا ہے۔ بسا اوقات انہو اور موت سے آنکھ مچولی کھیلنا پڑتی ہے۔ کون جانے کب کیا ہو جائے؟

شام کے چھ بجے تو میں نے ریوالور زیب تن کیا اور اوپر کوٹ پہن لیا۔ پھر سپارٹن ہونسل سے نکل کر نیلگوں کیڈلک میں جا بیٹھا اور جی رہی میڈیسن کی رہائش گاہ ہیل ایئر اسٹیٹ کاؤنٹی گیا۔

مہتر میڈیسن کی خلوت کا کمرہ زیادہ بڑا نہ تھا۔ ایک طرف دیوار کے ساتھ نصف بلندی تک خوبصورت کتابیں بھی ہوئی تھیں، اگر نیلا قالین خوبصورت چرمی کرسیاں اور اشتعال میں آگ جل رہی تھی کتابوں کی الماریوں کے اوپر، دیوار پر ایک فریم نصب تھا جس میں کوئی تصویر نہ تھی۔

مجھے معلوم تھا کہ میڈیسن کی عمر پچاس سال ہے؛ تاہم تیز روشنی میں وہ دس برس کم عمر نظر آ رہا تھا۔ قد پونے چھ فٹ

کے لگ بھگ، جلد ہموار اور انکھیں غیر معمولی طور پر چمکداتھیں،
سر پر بھروسے بالوں کی فرداوی تھی۔
”اس نیلام کی تفصیلات سے کچھ واقف ہو چوسیا ڈینا
کی آرٹ گیری میں کچھ عرصہ پہلے ہوا تھا“ ایک طویل کش کے
بعد اس نے گفتگو کا آغاز کیا۔
”نیلام؟“

”ہاں! جس میں دیگر شاہکار تصویروں کے علاوہ حال
ہی میں دریافت شدہ ایک نادر تصویر ڈاؤنچی نیلام ہوئی تھی۔“
میں نے سر کو مٹنی انداز سے حرکت دی۔

”غیر کوئی بات نہیں۔“ وہ بولا۔ ”میں نے دولا کھاتی ہزار
کی ڈاؤنچی بولی دے کر وہ تصویر خرید لی تھی۔ تصویر ۵۰۰ میں
تخلیق ہوئی تھی اور لیونارڈو کے اس کارٹون کی آخری شبیہ تھی
جو ضائع ہو چکا ہے۔“

”ہوں؟“ میں نے یوں ہنسا کر ابھرا جیسے مجھ پر فنِ مصوری
میں کامل دسترس حاصل ہو۔

”میں نے اس تصویر کے لیے خصوصی فریم تیار کروایا اور
تقریباً پچھرون پہلے اسے یہاں آویزاں کر دیا تھا۔ اس نے غلی
فریم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

”تو کیا اسے کوئی چوری کر لے گیا؟ میں نے حیرت سے پوچھا۔
”ہاں! میں اسے واپس لینا چاہتا ہوں، لیکن من مانے
طریقے سے۔ مجھے کچھ پتہ نہیں ڈاؤنچی کس نے چرائی ہے تاہم
یہ ضرور جانتا ہوں کہ چوری کی واردات گزشتہ رات ہوئی ہے۔
منگل کی صبح میں سان فرانسسکو گیا تھا اور آج سہ پہر لوٹا ہوں۔
جاتے وقت ڈاؤنچی دلواری پر آویزاں تھی، مگر واپسی پر غائب پائی۔“
میں نے سر کو اٹھائی جنبش دی۔

”یعنی ممکن ہے کہ چور نے اس تصویر آگے پہنچا دی ہو، لیکن
ہمیں اس مفروضے پر کام کرنا ہو گا کہ وہ اتنی جلد تصویر متوقع
خریدار تک نہیں پہنچا سکا۔“

”شاید تصویر خاصی مقبول اور جانی پہچانی تھی اور چور اسے
کسی عجیب گھر میں لگا لیگا اور اسے لگا کر نہیں بچ سکتا۔“

اُس کے چہرے پر دیکھ اور کرکب کی شکلیں پھیل گئیں اور
وہ بولا: ”ہاں! تم ٹھیک ہی کہتے ہو۔ واردات سے پہلے اُس
چور نے میں میں لازماً ایک دو متوقع خریدار ہوں گے۔ میں نہیں
باتوں کے لیے تمہاری خدمات حاصل کر رہا ہوں۔ ڈاؤنچی کی
بازیابی، چور کی نشاندہی اور میری اہم ترین بات یہ معلوم کرنا
ہے کہ اسے خریدنے کا متمنی کون ہے۔“

چند لمحوں کے وقفے سے میڈلسن پھر گویا ہوا: ”یہ بھی واضح
کر دوں کہ ہر قدم بڑی مہارت اور ذہانت سے اٹھانا ہو گا۔
میرا مطلب ہے کسی کو کانوں کان خبر نہ ہو۔“
”تشہیر سے ہر ممکن گریز کیا کرتا ہوں۔“ میں نے اُسے یقین
دلایا۔

”مجھے معلوم ہے اور یہ بھی احساس ہے کہ اس معاملے
کی تحقیقات کرتے ہوئے تشہیر سے احتراز بہت دشوار ہو گا؛
تاہم تم کی طرح کار کا اختیار کرتے ہو، اس سے مجھے کوئی سروکار
نہیں۔ بس یہ چاہتا ہوں کہ کسی قسم کا غل غباہ نہ ہو اور تمہاری
تحقیقات یا نتائج کے متعلق کوئی بات ظاہر نہ ہونے پائے۔“
”تمہارا مطلب ہے کہ پولیس بھی....“

اُس نے تیزی سے میری بات کاٹی: ”ہاں، پولیس کو بھی
معلوم نہ ہو، یہی وجہ ہے کہ میں نے ابھی تک چوری کی رپورٹ
درج نہیں کرائی اور اس وقت تک پولیس سے رجوع نہیں
کر دوں گا جب تک تم کامیاب یا ناکام نہیں ہوتے۔“
”مسٹر میڈلسن! تحقیقات کے دوران اگر کوئی سنگین جرم
سرزد ہو جائے تو....“ میں نے فقرہ اٹھوڑا چھوڑ دیا۔

اس صورت میں ساری فتنے داری تم پر ہوگی، سر دوست
صرف میں اور تم ہی چوری کی واردات سے آگاہ ہیں۔ اگر میں
تشہیر سے گریز کے لیے چوری کی رپورٹ درج کرانے کا خواہاں
نہیں تو یہ میری مرضی ہے اور اس کا مجھے اختیار ہے۔“

میڈلسن کی یہ خواہش باعث تشویش تھی کہ معاملہ شروع
سے آخر تک صیغہ راز میں رکھا جائے۔ چند لمحوں کی سوچ بچار
کے بعد آخر میں نے کہا: ”ٹھیک ہے۔ شرائط کی پیروی کے لیے“

واقعہ تھا؟

”میری بیوی، بیٹا اور ایک گھر اور دست مسٹر جیمز چانس۔ خطرے کی گھنٹی کے کٹر دل سوچنے والے کمرے میں ہیں، لیکن یقین کر کوئی ناواقف شخص الارم سسٹم کو ہرگز نہ کارہ نہ کر سکتا تھا، کیونکہ اسے کٹر دل کرنے کے آلات بھی ایسے ہی ایک اور برقی نظام سے محفوظ کیے گئے ہیں۔“

”بہت خوب!“ میں نے کہا۔ ”تمہارے خیال میں کس نے چور کو ان انتظامات سے آگاہ کیا ہو گا؟ تمہیں کس پر شبہ ہے؟“

”بیوی اور بیٹے پر شک و شبہ خارج از بحث ہے، لیکن یہ یقین بھی نہیں کہ جرم چانس ایسا کرنے کی جسارت کر سکتا ہے۔“ اُس نے ٹھہر کر ایک لمبائے لیا اور سلسلہ کلام جاری رکھا۔ ”میں تم سے وعدہ لینا چاہتا ہوں کہ اب جو گفتگو ہوگی، اُس کا ایک لفظ بھی کسی اور تک نہیں پہنچے گا۔“

”میں وعدہ کرتا ہوں کہ مکمل رازداری برائوں گا۔“

”یہ ممکن ہے کوئی تیز نظر اور چریہاں تک آیا ہو اور الارم سسٹم سے عدم واقفیت کے باوجود کسی ناقابل فہم طریقے سے ڈاؤنچی لے اُٹا ہو، مگر ایسا کوئی طریقہ میری سمجھ سے باہر ہے اور یہ بات بھی سمجھنے سے قاصر ہوں کہ مسٹر چانس نے چور کو الارم سسٹم سے آگاہ کیا ہو گا۔ پھر قدرے وقت کے بعد اُس نے کہا: ”میں ہر قیمت پر چور کے بارے میں آگاہ ہونا چاہتا ہوں؛ تاہم ایک بار پھر تاکید کروں گا کہ اور کسی کو تمہاری تحقیقات کے متعلق ہر شے نہیں ہونا چاہیے۔“ ”مطمئن رہو! ایسا ہی ہو گا۔“

”ہاں! یہ بے حد ضروری ہے۔ اگر مسٹر چانس کو یہ شبہ ہو جائے کہ تم اُس پر نظر رکھتے ہو تو وہ چوکتا ہو جائے گا۔ اگر وہ چوس میں کسی طرح ملوث ہے اور معاملے کو اتنا تک لے جانا چاہتا ہے تو میری خواہش ہے کہ وہ ایسا کر گزرے۔“

”اُن پابندیوں سے ہم دونوں کے لیے دشواری پیدا ہوگی۔ اگر تمہاری خواہش کے عین مطابق یہ گنتی ٹھیک لے کر کوشش

باعث اگر ناکام رہوں تو تمہاری ہی دولت ضائع ہوگی۔“

”فیس غیر معمولی ہوگی، مسٹر سکاٹ، اگر تم کسی پہلے بھی کامیاب نہ ہو سکتے تو کوئی معاوضہ نہیں دوں گا۔ اگر صرف تصویر کی بازیابی میں کامیاب ہوئے تو پانچ ہزار ڈالر اور دوسرے اخراجات ادا کروں گا، لیکن اگر میری خواہش کے مطابق ٹھیک ٹھیک کام سرانجام دینے میں کامیاب ہوئے تو ڈاؤنچی کی مالیت کا دس فیصد ملے گا۔“

دس فیصد کا مطلب تھا اٹھائیس ہزار ڈالر اس خطرے رقم کا سستے ہی میں نے معاوضے کی شرط ڈال کر فوراً تسلیم کر لیں اور پھر پوچھا: ”کیا مجھے بتانا پسند کرو گے کہ رازداری کی یہ شرط کیوں رکھی گئی ہیں؟ اگر اڑھائی لاکھ مالیت کی میری کوئی چیز چوری ہوئی ہوتی تو میں خطرے کی گھنٹیاں بجا کر شہر بھر کی نیند حرام کر دیتا۔“

میدین بولا: ”خطرے کی گھنٹی میں نے لگوائی تھی، مگر وہ بھی نہیں۔ پتہ نہیں کہوں۔“ پھر اُس نے وضاحت سے بتایا کہ چھت ہیں، سر کے اوپر، خفیہ مقام پر اُس نے ایک سیل لگوا رکھا تھا جس میں سے انسانی آنکھ کو نظر نہ آنیوالی انفراریڈ شعاعیں خارج ہو کر تصویر پر پرتی رہتیں تصویر کو تیش دینے کی صورت میں شعاعوں کے انتشار سے سر تک بن جاتا اور سر تک مکمل ہوتے ہی بلند آہنگ خطرے کی گھنٹی بھی نہ بجتی، بلکہ پوری ہزار پولیس اسٹیشن میں بھی سگنل کے ذریعہ خبر ہو جاتی، لیکن ڈاؤنچی کی چوری کے وقت انفراریڈ شعاعوں میں کوئی خلل واقع نہ ہوا، چنانچہ خطرے کی گھنٹی بھی ہی نہیں۔

میرے لیے یہ صورت حال اب بھی ہرگز نہ تھی۔ میں نے حال ہی میں اسی قسم کی شعاعوں کا نظام اپنے آپارٹمنٹ میں لگوا یا تھا۔ شعاعوں کا ہدف دروازے کو رکھا تھا کہ میری غیر ملکی میں کوئی دروازہ کھولے یا کھولنے کی کوشش کرے تو آگاہ ہو سکوں۔ اس تنصیب میں گھنٹیوں کو تو نہیں بجاتا تھا، مگر ایک چھوٹے سے دھاتی ٹکڑے کو تالے کے سوراخ پر آگرتا تھا۔ اس نظام کے متعلق سوچتے ہوئے میں نے کہا: ”ہوں، سمجھ گیا! اس خفیہ گھنٹی کے متعلق تمہارے علاوہ اور کون کون

کہتا ہوں تو قوی اسکان ہے کہ ڈاؤنچی سے ہمیشہ کے لیے محروم ہو جاؤ پھر تمہیں یقین دلانے سے پہلے مجھے اُن لوگوں کو ڈاؤنچی کی خرید و فروخت کے وقت رنگے ہاتھوں پکڑنا ہوگا۔ تمہاری یہ رازداری کی شرط بڑی کڑی اور صبر آزمایہ ہے۔“

”وہ تو ہے، مسٹر سکاٹ! ہم چانس کے چوکنا ہونے پر تصویر کی ہمیشہ کے لیے کشمگی کو ترجیح دیتا ہوں میں نہیں چاہتا کہ تمہارے کسی اقدام کے نتیجے میں ہم چانس تصویر سیت یا اس کے بغیر غائب ہو جائے اور اُس کے متعلق ہمیشہ کے لیے شک و شبہ میں رہوں۔“

”اس کا مطلب یہ ہوا کہ جیمز چانس کو پس منظر میں رکھتے ہوئے اپنی تحقیقات کی بنیاد چھری کی تلاش پر مرکوز رکھوں اگرچہ اس صورت میں کوئی اقدام پوسرے اعتماد اور یقین سے نہ کر سکوں گا بہر حال رازداری کو مقدم چھوں گا۔ ہاں! ایک بات اور ہے۔ بہر کمپنی والوں پر تم ایسی پابندیاں عائد نہیں کر سکتے۔“

”بہر کمپنی کی طرف سے کسی قسم کی تحقیقات نہیں کی جائے گی۔“

”میں نے حیرت سے پلکیں جھپکاتے ہوئے کہا: ”کیا مطلب؟ کیا تصویر کا ہمہ ہمیں کرایا گیا تھا؟“

”بہر کمپنی کرایا گیا تھا۔“

”میں نہیں سمجھا کہ....“

”میں چوری کی اطلاع کسی کو دینے کا ارادہ نہیں رکھتا۔“

شرائط یہ کہ خلاف ورزی کا پہلے ہی متنبہ ہو چکا ہوں ڈاؤنچی کی چوری کے متعلق اطلاع دینے میں بیس منٹ تاخیر کر دی۔ یہ فقرہ اُس نے گھڑی پر نظر ڈالنے کے بعد کہا ”یوں بیس منٹ پہلے بہر کمپنی کا لہدم ہو چکا ہے۔“

”مسٹر چانس پر چوری یا چور کا معاذ ہونے کا شبہ کس لیے؟“

”میدلسن گزشتہ واقعات کی تمہیں کھولنے لگا، جیم اور میری دوستی کا آغاز سولہ سال پہلے ہوا بشرع شروع میں ہم دونوں کاروباری سا بھی تھے اور وہ کا زندہ بھی تھا۔ چودہ سال پہلے

اُس نے میری کمپنی سے ایک بڑی رقم چرائی۔ میں نے یہ چوری پکڑ لی تو اُس نے رقم لوٹادی؛ چنانچہ غیر ضروری الجھنوں سے بچنے کے لیے اُسے پولیس کے حوالے نہ کیا۔ پھر وہ سُدرھ گیا اور ہماری دوستی اور گرمی اور منافع بخش رہی، لیکن مجھے یقین ہے کہ اُس نے خطا بٹھنے پر دل سے مجھے معاف نہیں کیا اُس کے دل سے نفیس اور کینہ دور نہیں ہوا۔“

میں خاموشی سے اُس کی طرف ہنستے ہوئے سگریٹ کے کش لگا رہا۔ چند لمحوں کے توقف سے میڈلسن نے چھڑیاں کھولی، ایک آخری وضاحت کر دیا کہ ڈاؤنچی نیلام ہوئی تو ابتدا میں کئی بولی دہندگان تھے، مگر آخر میں صرف تین ہی بلیں تھیں دو در فشر اور چھ چانس رہ گئے۔ فشر ایک لاکھ نوے ہزار پر میدان چھوڑ گیا، لیکن چانس ڈنار رہا اور ہم دونوں بڑھڑھ کر بولی دیتے رہے۔ آخر کار دو لاکھ ستر ہزار پر اُس نے بھی ہمت ہاری اور بیکوں دو لاکھ اسی ہزار پر ڈاؤنچی میری ملکیت ہو گئی۔

”جیم چانس نیلام کے بعد خاصا کبیدہ خاطر محسوس ہونے لگا۔ اس کے بعد ہمارے تعلقات میں سرد مہری آگئی اور تقریباً ایک ہفتے سے ہماری ملاقات یا بات چیت نہیں ہوئی۔ ڈاؤنچی کا نیلام ہمارے درمیان برسوں کی چھوٹی چھوٹی رنجشوں اور کدورتوں کا نقطہ عروج بن گیا ہے اور ہمارا کاروبار...“

اُس نے فقرہ اُڑھوا چھوڑ دیا۔

”اُس کے کاروباری مسائل میں الجھنے کی مجھے چنداں ضرورت نہ تھی؛ چنانچہ موضوع کی طرف لوٹتے ہوئے میں نے سوال کیا: ”مسٹر میڈلسن! گزشتہ شب گھر میں کون کون تھا؟“

”بلڈر سٹنگ کے سوا اور کوئی گھر میں نہ تھا۔“ اُس نے جواب دیا۔ ”میری بیوی اور بیٹا دونوں میرے ساتھ صبح اُٹھ گئے ہوئے تھے۔“ پھر کچھ کچھ چپکتے ہوئے اُس نے لہذاذ کیا: ”ہاں! یہ بتانا بھول گیا ہوں کہ سٹرننگ بھی اللام سسٹم سے آگاہ تھا۔“

ہوتی ہے۔“

چند لمحوں تک گہمیں سکوت رہا۔ آخر میں نے خاموشی توڑی: ”ہوں! تو چیز چانس کے علاوہ بلکہ سٹرنگ بھی مشتبہ آدمیوں کی فہرست میں ہے۔ سٹرکڈ بھی خارج از فہرست نہیں۔ کیا تمہاری بیوی اور لڑکا گھر ہی پر ہیں؟“

”ہاں! اُن سے ملنا چاہتے ہو؟“

”یقیناً! کیا انہیں معلوم ہے کہ میں کیوں آیا ہوں؟“

”نہیں، سٹرکسٹ! اور میری خواہش ہے کہ تم بھی اس سلسلے میں انہیں کچھ بتاؤ۔ اُن سے کہا جاسکتا ہے کہ تم میری کا ایک گلاس پینے تک گئے ہو۔“

میں کسی قدر دھک سے مسکرایا۔ وہ مجھ سے واردات کی تقیث کرنے کو بھی کہہ رہا تھا اور قدم قدم پر میرے راستے میں کاٹے بھی بچھاتا جا رہا تھا۔

خلوت گاہ سے نکل کر ہم ایک ہال میں پہنچے، زینے کے نیچے پانچ دروازوں کے بعد نصف درجن مزید کمروں سے گزے اور آخر دس فٹ بلند نقش دروازے میں پہنچ گئے۔ اس کمرے کی چھ دیواریں تھیں اور ہر طرف الماریوں میں بلاشبہ لکھنوں کتابیں سجی ہوئی تھیں۔

مسٹر میڈسن اور جارج میڈسن جو نئے پکاس فٹ کے فاصلے پر ایک لمبے نارنجی دیوان پر بیٹھے تھے۔ میڈسن جو نئے پکاس فٹ کے گزر کر بلوغت میں قدم رکھ چکا تھا، عمرائیس برس کے لگ بھگ تھی اور چہرے فہرے سے ایسا جوان لگ رہا تھا جو تپ دق سے بھائی صحت کی طرف آ رہا ہو۔ بڑا پتلا جسم زرد اور ملائم چہرہ جیسے بالائی سے بنا ہوا اور لمبے پھلے ہوئے بال۔

مسٹر میڈسن ایک پختہ سال عورت کے بجائے لڑکی سی دکھائی دے رہی تھی۔ میرا خیال ہے اپنے شوہر سے بس پانچ سال چھوٹی ہوگی، لیکن غیر معمولی حسین اور خوبصورت تھی۔

رسمی تعارف کے ابتدائی لمحوں کے بعد میڈسن کے ایما پر میرے لیے وہ شیری کا گلاس بھرنے لگی۔ عام طور پر میں

”اور وہ لوگ بھی واقف ہوں گے جنہوں نے یہ سسٹم پیال نصب کیا تھا۔ ہاں، اگر تم نے خود نصب کیا ہو تو ادب بات ہے۔“

”نہیں!“ اپنی اس بھول چوک پر میڈسن نے کسی قدر جھٹکا کر کہا: ”لیڈ ایکٹر ہنس کے سٹرکڈ نے یہ الارم سسٹم لگایا تھا۔“

چند منٹ گفتگو مزید چلتی رہی۔ آخر کار میں نے کہا: ”ٹھیک ہے، مسٹر میڈسن! یہ کام تمہاری مرضی کے مطابق پایہ تکمیل تک پہنچانے کی کوشش کروں گا۔“

میڈسن بولا: ”میرے لیے اہمیت اس بات کی ہے کہ ہم چانس کے اصلی ضدوخال سامنے آجائیں۔“

”ہو سکتا ہے یہ کام بھلا کر ہو۔“ میں نے کہا اور پھر اس کے مسکرانے پر اٹھ اٹھا: ”یہ کسے بغیر نہیں رہ سکتا کہ اگر چیز چانس نے یہ حماقت کی ہے یا کسی طور وہ ملوث ہے تو اس نے شیر کے بچھار میں ہاتھ ڈالا ہے۔“

”تم نے شاید صحیح ضرب المثل استعمال کی ہے۔ یہ کہتے ہوئے اُس نے ہاتھ بٹھا کر میری ذرا سے ایک بھجوری سی نوٹ بھنگائی اور اُس کے صفحہات اُلٹتے ہوئے کہا: ”تمہیں فون کرنے سے پہلے میں اس کا مطالعہ کر رہا تھا یا ایک پرانے ستودے کا توڑ ہے۔ غالباً باقی عقائد کی کتاب ہے۔ اس کی ایک عبارت یوں ہے: ”سری سے متن ہونے کے باوجود سناپ ڈنک ماننا بھولنا نہیں۔ اگرچہ سردی اس کا منہ بند کر دیتی ہے، لیکن اس کے دانت برقرار رہتے ہیں۔ اس پر ترس کھاؤ تو بھی اپنی خصلت ظاہر کیے بغیر نہیں رہے گا۔ اسے اپنے سینے سے لگا کر گرم کرو تو اس کا بدلہ تمہاری موت کی صورت میں دے گا۔“

ان لمحات میں جی رینی میڈسن چوتن سال سے بھی معتزلگ رہا تھا۔ آخر میں وہ آہستگی سے بولا: ”مارا آستین کی اصطلاح بھی اسی تجربے سے اخذ کی گئی ہے۔ یہ بتانے میں عار نہیں سمجھتا کہ میں واقعی پریشان ہوں اور یہ خیال سولہاں رُوح بنا ہوا ہے کہ اُس کے ساتھ اتنے سال سے درست رویہ اپنانے لگا، مگر... خیر کسی کو پرکھنے کے لیے خاصی مدت درکار

ہالی وڈ میٹروپولیٹن شاہراہ پر سر کے بل کھڑا ہونے کو شیری پینے پر ترجیح دیتا ہوں، لیکن اُس وقت میری وہاں موجودگی کے لیے شیری کو ہمانہ بنایا گیا تھا؛ چنانچہ اُسے زہر مار کرنے پر مجبور تھا۔ کچھ دیر بعد سگوت چھپا رہا جسے مسٹر میڈلین نے متکراتے ہوئے توڑا، "مسٹر سگات؛ تم پہلے کبھی یہاں آئے ہو یا نہیں؟" "نہیں میڈلین؛ ادھر سے گزرا تھا تو سوچا ایک گلاس...." میں نے ارادہ کیا تھا کہ ادھر سے چھوڑ دوں، پھر توقف کے بعد بولا : "حقیقت یہ ہے کہ مسٹر میڈلین سے کچھ کچھ شب بھی مطلوب تھی۔" میں نے شیری کا گھونٹ حلق میں اتار دیا۔ شیری کی غماہری وجہ کے خاموشی اتنی دیر ہو گئی تھی کہ سگوتی کرنے کی آواز بھی سنائی دے جاتی۔

پھر جی ریٹی میڈلین جو میرے ایک لفظ بڑبڑا کر خاموشی پارہ پارہ کر دی۔ اُس نے صرف ایک لفظ کہا جو کوئی شائستہ کلمہ نہ تھا اور جسے میں یہاں دُہرا نہیں سکتا۔

"ا۔۔۔۔۔ ہا۔۔۔۔۔" بے دلی سے ہنستے ہوئے میں نے کہا "تو جان تمہیں کسی خوشبودار ٹوٹھ پیسٹ سے اچھی طرح منہ صاف کرنا چاہیے۔" مسٹر میڈلین نے معذرت کے دو تین شستہ جملے کہے، بیٹے کا زرد ہاتھ پکڑا اور اُسے لے کر وہاں سے چلی گئی چمکانے پر چمکانے یا شاید ڈانٹنے کے لیے۔ کچھ دیر اور سگوت چھپا رہا۔ پھر میں نے میڈلین کو مخاطب کرتے ہوئے کہا، "لوں لگتا ہے جیسے اب تک کی ساری بات چیت اِکارت گئی۔"

اُس نے ٹھنڈا سا سانس بھرتے ہوئے کہا، "جارج کو ہم بے جا لاؤ پیار دیتے رہے ہیں۔ میری یہ خواہش ہم گزرتھی کہ وہ بگڑا ہوا امیر زادہ بنے اور اپنے آپ کو تباہ کر لے۔ مناسب جیب خیرج دے کر میں نے کوشش کی کہ وہ ڈاکر کی قدر و قیمت جان لے، مگر میرا خیال ہے کہ ہم نے اس کے ساتھ ضرورت سے زیادہ نرم رویہ اختیار کیے رکھا۔ پتہ نہیں آج کل کے یہ لوجھان...." فقرہ اُٹھوڑا چھوڑ کر چند ثانیوں کے بعد وہ بولا : "آہ، مسٹر سگات؛ یہ ایک طرح سے تفریح ہو گئی اور ایک مدت بعد خوشی کا ایک لمحہ مجھے میسر ہوا ہے۔ تم چاہو تو جارج

سے اس بارے میں بات کر سکتے ہو۔" صاحب! وہ تھکا رہا تھا اور میں اُس سے پوچھ گیا "اُس پریشک کرنا مناسب نہیں سمجھتا۔" "بیشک میں نے اُسے بیٹے کی طرح چاہا اور پالا ہے، لیکن درحقیقت وہ میرا لے پاک بیٹا ہے۔ شاید تمہیں علم ہو کہ وہ ایک سال کا تھا جب.... مگر نہیں تمہیں کیا معلوم؟" "ہاں؛" میں نے جواب دیا۔ "مجھے علم نہ تھا؛ البتہ اس غفلت سے وہ کچھ مختلف اور الگ ایک سامنہ ورسوس ہوا تھا۔"

میں نے مزید گریہ مناسب نہ جانی اور نصیحت لے کر وہاں سے چلا آیا۔ کیس کا آغاز تو مزید ارباب تھا، لیکن اپنی گاڑی کی طرف قدم بڑھاتے ہوئے جی ریٹی میڈلین کی پڑھی ہوئی عبارت کا ایک جملہ صدائے بازگشت بن کر ابھرا؛ اور اس کا بدلہ تمہاری موت کی صورت دے گا۔" یہ جملہ اور اس کے بعد میڈلین کی مجروح سی ہنسی میرے کانوں میں دیر تک گونجتی رہی۔



ریوالور کے بعد دوسری بیش قیمت شے میرے لیے ناموں کی وہ فہرست ہے جس کا ایک حصہ ایک نوٹ بک میں درج ہے اور باقی میرے دماغ میں۔ یہ فہرست جاسوسی کا اذکار ثابت ہوتی ہے اور اُن خواتین اور مرد و خجروں پر مشتمل ہے جو جرائم کی دُنیا میں فعال کردار ادا کر رہے ہیں یا ادا کر چکے ہیں۔ ان جرائم پیشہ لوگوں سے کوئی بھی قانون کا محافظ یا پرائیویٹ جاسوس ذہانت کے بل پر ایسی معلومات حاصل کر سکتا ہے جو نوٹس فیصد پیچیدہ اور اچھے ہوئے معاملات سمجھا سکتی ہیں۔

اس فہرست میں دس بارہ نام ایسے تھے جن سے میں کا لبد معلومات حاصل کیا کرتا تھا، لیکن اس کیس میں دو افراد ہی سے کوئی مفید بات معلوم ہونے کی توقع تھی۔

پہلے میں لیو پوسے ملا۔ جو ڈالی بار کے اندر محو ناؤ نوش تھا۔ وہ ایک طویل قامت آدمی تھا جس کے چہرے پر ہر آن مسکراہٹ کھیلتی رہتی۔ چند سال قبل وہ خود شاہکار تصاویر کی چوریوں کے مقدمات جھگڑتا رہا تھا، مگر پھر اُسے محسوس ہوا

کہ یہ کام اُس کے لیے موزوں نہیں، چنانچہ اُس نے خود چوری کرنے کا ارادہ نہ کیا اور دوسرے ہم پیشہ لوگوں کو آواز دینا شروع کر دیا۔ چوری ترک کرنے کی سب سے بڑی وجہ ایک مرتبہ کی جیل یا تھرٹی پُرلے اور نئے چوروں کو ہلیک میل کرنے اور قانون کی نظروں سے بچنے کے لیے اُس نے اب وٹا کر بیوی اور بیٹے فائن آرٹس گیلری میں لوگری کئی تھی علاوہ ازیں مجھ ایسے جاسوسوں کے لیے خبری کر کے بھی وہ کچھ نہ کچھ کالیتا تھا۔

”ہیلو سکاٹ! اُس نے کسی قدر بوکھلا کر میرا استقبال کیا۔ ”لیو پو! تمہاری مدد کی ضرورت پڑ گئی ہے۔ میرا خیال ہے کسی بوتھ میں بیٹھ کر باتیں کریں۔“ وہ مجھے دیوار کے پاس ایک خالی بوتھ کی طرف لے گیا۔ میں نے مڑ کر اُس طرف دیکھا جہاں لیو پو کچھ ہی دیر پہلے اپنے ساتھی کے پاس بیٹھا ہوا تھا، مگر وہ آدمی اب وہاں نہ تھا اور ادھر ادھر دیکھنے پر بھی کہیں نظر نہ آیا۔ شاید وہ بھی کوئی بد اطوار شخص تھا جو مجھے دیکھتے ہی رونچہ نہ ہو گیا تھا۔

میں نے اُس کا پوچھا تو لیو پو نے کسی قدر چونکتے ہوئے کہا: ”اوہ، وہ شخص! اہم یونسی باتیں کر رہے تھے۔ پتہ نہیں کون تھا، مجھے تو اُس کا نام بھی معلوم نہیں۔ بس ایک مین پریوینٹ کی وجہ سے گپ شپ ہونے لگی۔“ لیو پو کھسیانی سنسی سنس دیا۔ خدا جانے لیو پو کی باتوں میں کس حد تک صداقت تھی، اور پتہ نہیں مجھے دیکھ کر لیو پو نے اُس سے کیا کہا تھا۔ یہ یقین کرنے کے بعد کہ اور کوئی فرد کن سوسیاں نہیں لے رہا اُس نے سوال کیا: ”رات کسی شاہکار تصویر کی چوری کے متعلق کوئی خبر سننی ہے تم نے؟“

اُس نے فوراً ہی جواب نہ دیا، پھر رانا کیسی تصویر؟ ”ایک بڑی تصویر تقریباً الٹھائی لاکھ ڈالر مالیت کی، جو بیلی ایر کے علاقے سے چرائی گئی ہے۔“

لیو پو برا حاضہ جواب اور فہم تھا کچھ سوچتے ہوئے اُس نے سر ہلا کر کہا: ”کیا کسی شخص کا سراغ ملا ہے؟ سکاٹ!“

”ابھی نہیں۔ میرا قیاس ہے کہ چار شاخص میں سے کسی کا کام ہے۔“ لوئسگی، بونیسٹ، سپینیل اور... مگر فی الحال تین ہی سمجھو۔“

جو تھے آدمی کے متعلق مجھے اچانک یاد آ گیا کہ وہ فالو سیم میں پانچ سال قید کی سزا جگت رہا ہے، چنانچہ میدان میں کوئی نیا گرگا اگر وارد نہیں ہوا تھا تو میری فہرست میں ہی تین آدمی چوری کے مرتکب ہو سکتے تھے۔ آلسن سپینیل بسے قدار اکبرے بدن کا آدمی تھا اور نوادرات اور فن پاروں کے لیے اُس کی بھوک لامتناہی تھی۔ دوسرا، گاٹی بونیسٹ خود مصوّر اور مصوّر کا استاد رہ چکا تھا اور سان فونٹین میں جیل یا تھرٹی کر آیا تھا۔ تیسرا، مٹریکن چاق جو بندہ لوئسگی شاہکار تصاویر کی چوری کے جرم میں تین مرتبہ جیل ہوا یا تھا کسی گھر سے نقدی یا خاندانی جواہرات ہاتھ نہ لگتے تو یہ لوگ مصوّر کے نادر اور بیش قیمت نمونوں، قدیم چینی گلدانوں اور برتنوں اور رنگ لاطین کی باقیات ہی پر ہاتھ صاف کر لیتے۔

لیو پو نے انگشت شہادت کی ٹوک دائیں ابرو پر پھر پھرتے ہوئے کہا: ”میں نے کوئی خبر نہیں سنی کم از کم بیل ایر کے علاقے سے چوری کی کوئی اطلاع مجھے نہیں ملی۔“ اُس کے اطوار بھانپتے ہوئے میں نے کہا: ”کچھ چھپا رہے ہو مجھ سے۔“

”نہیں، تم سے کیا چھپانا! ممکن ہے یہ بات اہم نہ ہو، مگر سٹاپ ہے کہ آل سپینیل آج کل تلاش ہو رہا ہے۔ ایک مدت سے اُس نے کہیں بڑا ہاتھ نہیں مارا۔“ ”وہ کہاں مل سکتا ہے؟“ میں نے پوچھا۔

”اس کا مجھے علم نہیں، سکاٹ!“

”پتہ چلا سکتے ہو؟“

”کوشش کروں گا، مگر میرا بھتا کیا ہو گا؟“

”تصویر بیل ایر ایسے گوشوں والے علاقے سے چور ہوئی ہے اور تم جانتے ہو اس علاقے میں کوئی بڑی لوگ رہائش پذیر ہیں۔ اسی سے اپنے بھتے کا اندازہ لگا لو۔“

”نیک ہے۔ پوری کوشش کروں گا۔“ اُس نے خوش ہو کر کہا۔ اور اوداع کہہ کر میں وہاں سے چلا آیا۔



نیک نامی ایک سابق بدعاش کو دھونڈنے میں تقریباً ایک گھنٹہ صرف ہوا۔ یہ میرا دوسرا فخر تھا اوداس کے ساتھ بھی تقریباً وہی مکالمہ بازی ہوئی جو یوں پوکے ساتھ کرنا پڑی تھی۔ نیک بھی بل ایش کے علاقے میں کسی شاہکار کی چوٹی سے آگاہ نہ تھا، بلکہ اُسے تو اسٹن سینیل کے مقروض ہونے کا بھی علم نہ تھا۔ اُس نے وعدہ کیا کہ سراغ لگانے کی پوری کوشش کرے گا۔ اُس کا وعدہ میرے لیے خاصی اہمیت کا حامل تھا کیونکہ یہ شخص غیر ہی نہیں، ایک طرح سے سیرانا تب بھی تھا۔

اس دوڑ دھوپ کے بعد میں اپنی رہائش گاہ سپارٹن ہوٹل کی طرف چل دیا۔ رات ختم ہونے میں کئی گھنٹے باقی تھے، مگر میرے لیے ابھی شب کا آغاز ہی تھا۔

کار سپارٹن کے سامنے کھڑی کر کے میں اندر گیا، بلیک کلرک سے چابی حاصل کی اور کچھ سوچتے ہوئے اپارٹمنٹ ۲۱۲ کی طرف چلا۔ چابی لگانے کو تھا کہ قفل کے سوراخ پر گرا ہوا دھات کا ٹکڑا نظر پڑا۔ یہ ٹکڑا بظاہر قفل کا ایک حصہ دکھائی دے رہا تھا، لیکن مجھ پر واضح کر رہا تھا کہ میری غیر حاضری میں کوئی شخص تالا کھول کر اندر گیا ہے۔ میں نے آواز پیدا کیے بغیر تالے کو چابی لگائی، آہستگی سے دروازہ کھولا اور جھک کر تیزی سے کمرے میں داخل ہوا۔ وہ شخص میرے دائیں ہاتھ، دیوار کے نزدیک کھڑا تھا۔ اچانک وہ مڑا اور مجھے نشانہ بنانے کے لیے ہاتھ کو حرکت دینے ہی والا تھا کہ میں نے اُسے گولی مار دی۔ معاً اُس کے ریولور کی گولی میرے سر پر سے گزر گئی اور مجھے ایک اور گولی ضائع کرنی پڑی۔ ریولور اُس کے ہاتھ سے گر گیا اور پھر وہ خود بھی آنکھیں بند کیے مُنہ کے بل میچے اُپر۔ میری دوسری گولی اُس کی چھاتی میں پیوست ہوئی تھی اور خون نوارے کی صورت اُبل رہا تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے اُس نے

مُنہ سے خون اُگلایا اور بُری طرح ترپنے لگا۔

ایک جست لگا کر میں اُس کے پاس پہنچا۔ پاؤں کی ٹھوکر سے اُس کا ریولور پر سے کیا اور شیشا ٹکڑا آواز میں پوچھا: ”از خود آئے ہو یا کسی نے تمہیں بھیجا ہے؟“

اُس نے آنکھیں کھول دیں اور تیز تر سانس لیتا رہا۔ پھر کمزور اور نجیت آواز میں بولا: ”تم کہاں سے ٹپک پڑے؟“ اُسے احساس نہیں تھا کہ وہ کس قدر شدید زخمی ہے۔ بعض اوقات وہ جھکے سے درد کی شدت کا احساس جاتا رہتا ہے۔ یہی حالت اُس کی تھی، لیکن میں جانتا تھا کہ وہ چند لمحوں کا مہمان ہے۔

”بدبخت! جلد بتاؤ تمہیں کس نے میرے قتل پر مامور کیا؟“ یہ کہتے ہوئے میں نے ریولور کی ٹال اُس کے چہرے کے پاس لے جا کر لائی۔

وہ کھانتے ہوئے بولا: ”میں خود نہیں آیا، ایک ہزار کے معاوضے پر....“ فقرہ مکمل کیے بغیر اُس کا سر قدرے ڈھک گیا۔ دو تین سیکنڈ بعد اُس نے پھر آنکھیں کھول دیں، مگر اب اُن میں زندگی کی چمک، ماند پڑ رہی تھی۔

”خمدی بولوا“ میں نے گون کر کہا۔

”ال سینیل....“ اُس نے ایک ہزار ڈالر دیے اور....“ اُس کی آواز ٹک گئی، آنکھوں کی پتیلیاں پھر گئیں اور سر ڈھک کر دیوار سے جا لگا۔ میں نے اُس کی نبض ٹٹولی اور پتیلیاں جانچیں۔ وہ دم توڑ چکا تھا۔

اُس کی موت کا یقین کر کے میں فون کے قریب پہنچا ہی تھا کہ راہداری میں شور و فل کی آوازیں سنائی دیں۔ بھاری قدموں کی تیز چاپ کے بعد دروازے پر یوں دھک ہوئی جیسے لوگ دروازہ توڑنے پر تھے ہوئے ہوں۔ گولیوں کی آوازیں سن کر ہمارے دوسرے چلے آئے تھے۔ ہاتھ نکل کر بڑی مشکل سے انہیں یہ کہہ کر رُخ مانا چاہا کہ یہ آوازیں گولیوں کی نہیں، بلکہ آتشبازی کا ایک تجربہ کر رہا تھا۔ غیر یقینی کے عالم میں کچھ لوگ تو ٹل گئے اور باقی چند باہر بڑبڑاتے چھوڑ کر میں اندر چلا آیا

اور دروازہ بند کر لیا۔ ایک خیال یہ آیا کہ اگر ال پیٹنیل نے واقعی تصویر چمکا کر تقریباً اڑھائی لاکھ پر ہاتھ صاف کیے ہیں تو اُسے معلوم ہو گیا ہو گا کہ تحقیقات پر مجھے مامور کیا گیا ہے اور اسی لیے اُس نے کرائے کے اس قاتل کو میری جان لینے... لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ میرے متعلق اُسے کیسے معلوم ہوا، کس نے یہ اطلاع اُسے ہم پہنچائی۔ میڈلسن پر شبہ کرنے کا سوال خارج از بحث تھا۔ یہ بات بھی نہ تھی کہ نیک نے یہ قدم اٹھایا ہو گا۔ وہ تو عرصہ دراز سے مقول معاوضہ پر میرے لیے فحشری کرتا رہا تھا اور کبھی دھوکہ دینے کا مرتکب نہ ہوا تھا۔

پولیس طلب کرنا لازمی امر تھا، لیکن ایک اور کام ایسا تھا جس میں تاخیر میرے حق میں نہ ثابت ہوتی، اور وہ کام تھا لیو پوک تلاش، چنانچہ لاش اور اپارٹمنٹ اسی اتر حالت میں چھوڑ کر میں لیو پوک تلاش میں نکل نکلا ہوا۔

ادراپ رستوران میں لیو پوک میرے سامنے بے ہوش پڑا تھا اور میں صبر و سکون سے اُس کے ہوش میں آنے کا انتظار کر رہا تھا۔ کچھ دیر بعد اُس کے پو پوٹے پیٹر کے اور ایک طویل سانس لے کر وہ ہوش میں آ گیا۔ دھندلی نگاہوں سے مجھے دیکھنے کے بعد اُس نے پھر میز پر سر ٹیک دیا۔ اُس کی آنکھیں نیم وا تھیں۔ میں نے لہجے کی تلخی نہ کرتے ہوئے کہا: ”لیو پوک کچھ باتیں سُن لو جن کی تفصیلات تم فراہم کرو گے۔“ اُس نے گلے میں پھنسا ہوا لعاب نگلا۔

میں بولا: ”دوست، اگوشہ ایک سال میں تم نے چند اطلاعات ضرور دیتا کیں، لیکن کوئی بھی خیر سو فیصد سود مند نہ تھی۔ میرا خیال تھا کہ خود بخود راہ راست پر کہ صحیح خبریں فراہم کرنے لگو گے، لیکن یہ تو میرے سان گمان میں بھی نہ تھا کہ اُنٹا میرے خلاف فحشری کر دے گا اور اُس شخص کو میری ہمرکبوں سے مطلق کر دے گا جس کے پیچھے میں لگا ہوا ہوں۔ انکار بے سود ہے۔ میں نے تمہیں ال پیٹنیل کا سراغ لگانے کو کہا اور تم نے جا کر اُسے بتا دیا۔“

آخر کار اُس کا منہ کھلا: ”کیا احتمالہات ہے؟“

میں نے کہا: ”کرائے کے ایک قاتل نے مجھے شوٹ کرنا چاہا اور اس کو شش میں خود جان سے ہاتھ دھوی بٹھا، لیکن مرنے سے پہلے یہ ضرور اگل گیا کہ میرے قتل کے لیے ال پیٹنیل نے اُسے بھیجا تھا۔ لیو پوک! ذرا اندازہ تو لگاؤ کہ اس انکشاف سے کیا نتیجہ نکلتا ہے۔“

”میں... میں کیا اندازہ لگاؤں؟“

”یہ اندازہ لگاؤ کہ ایک آدمی سے میں نے شاہکار تصویر کی چوری کا ذکر کرتے ہوئے ال پیٹنیل اور کچھ اور لوگوں پر شبہ ظاہر کیا۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ال پیٹنیل تک میرے شکوک و شبہات کی خبر کس نے پہنچائی۔ آخر وہ کون ہو سکتا ہے؟ لیو پوک! اُس نے محض سر کو جنبش دی اور خاموش رہا۔

”ہو سکتا ہے میں نے صرف تم سے بات کی ہو، دوست! اور یہ بھی ممکن ہے کہ تم ہی نے اُسے میرے متعلق خبر دیا ہو۔ یہ امر خارج از امکان تو نہیں، مگر ایسا کرنے سے پہلے تمہیں ہزار بار سوچنا چاہیے تھا۔“

لیو پوک کے انداز سے ظاہر تھا کہ اس امر پر سنجیدگی سے غور کر رہا ہے۔ اچانک وہ بولا: ”ٹھیک ہے سکات! آرام سے میری بات سنو تو کچھ بتاؤں۔“

”ناں ہاں، بتاؤ! کیا تم نے پیٹنیل، بونیفٹ اور لوئیگی، تینوں کو باری باری آگاہ کیا ہے؟“

اُس نے منہ کھول کر بند کیا، پھر کہنے لگا: ”مجھے پورا یقین تھا کہ یہ کام پیٹنیل کا ہے۔ بونیفٹ اور لوئیگی سے بات کی ضرورت ہی نہ تھی، چنانچہ میں نے پیٹنیل کو فون کر کے بات کی۔ اُس نے جلد عمل ظاہر کیا، اُس سے مجھے سو فیصد یقین ہو گیا کہ یہ اُسی کا کام ہے۔“

”تو گویا تمہارے متعلق میرا قیاس درست تھا، مگر یہ حماقت کرنے سے پہلے کچھ تو سوچا ہوتا!“

”سکات! مجھے یہ گمان بھی نہ تھا کہ وہ تمہیں قتل کرائے کی کوشش کرے گا۔ خیال تھا کہ شاید وہ روپوش ہونے کی سعی کرے۔ یوں کوئی شک نہ رہتا کہ وہی چوری کا مرتکب ہوا

ہے اور وہ میرا حساب یہاں کر دے گا، چنانچہ میرے پوچھنے پر اُس نے بتایا کہ اگلے ایک دو روز لاگوٹا بیچ کے ہوٹل سی وینڈ میں ملے گا۔

”لاگوٹا جانے کی وجہ؟“

لیوپو نے سر کو منحنی جنبش دی اور بولا: ”کوئی وجہ نہیں بنائی اُس نے۔ میرا خیال ہے دو چار دن شہر سے باہر ٹھہرنا چاہتا ہے۔“

”تم جانتے ہو کہ سپینیل نے کیا چیز چرائی ہے؟“

لیوپو نے پھر انکار میں سر ہلاتے ہوئے کہا: ”وہی کچھ جانتا ہوں جو تم نے بتایا تھا، یعنی بیل ایئر کے علاقے سے کوئی فنی شاہکار چرایا گیا ہے۔ میں نے ال سے یہی ذکر کیا اور بتایا تھا کہ تم اُس شاہکار کی ٹوہ میں لگے ہوئے ہو۔“

”بچ کر وہ جا کہاں سکتا تھا؟ میرے گھر کے آگے سے ڈھونڈ نکالتے، لیکن یہ کون سوچ سکتا تھا کہ وہ تم سے ٹکرائے کی تمنا نہ کرکرت پراٹرائے گا؟“

”ہاں! وہ اب کہاں ہے؟“

”معلوم نہیں اب وہ...“

”بکواس مت کرو! میں نے تیری سی سے اُس کی بات کاٹی۔“
”میرے خلاف تجوی کرتے وقت تمہیں اُس کا پتہ معلوم تھا تو اب کیسے لاعلم ہو سکتے ہو؟“

چند سیکنڈ کی خاموشی کے بعد کندھے اُچکاتے ہوئے اُس نے کہا: ”درست کہتے ہو۔ اُس وقت وہ ویسٹ مور ہوٹل میں تھا۔“

”اور وہیں تم نے اُسے فون کیا تھا؟“

”ہاں! اور فون کے بعد وہیں اُس سے ملنے بھی گیا تھا۔“

”کیا وہ اس وقت بھی وہیں ہے؟“ اس پر لیوپو کچھ پس و پیش میں پڑ گیا تو میں نے دھمکانے کے انداز میں کہا: ”یاد رکھو، اب کوئی بات چھپانے کی کوشش کی تو مجھ سے بڑا کوئی نہ ہوگا۔“
”ہاں! اُس وقت وہیں تھا، لیکن اُس کی باتوں سے پتہ چلا کہ لاگوٹا بیچ جانے والا ہے۔“

”کیا خیال ہے تمہارا؟ مجھ سے بچ کر وہ کہیں جا سکتا ہے؟ خاص طور پر اس صورت میں کہ مجھ پر قاتلانہ حملہ کرا چکا ہے۔“
”سکاٹ! قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مجھے قطعاً...“

”بند کرو یہ ٹر ٹر! یہ بتاؤ لاگوٹا بیچ میں وہ کس جگہ ملے گا۔ اور ہاں، یہ کیسے ممکن ہے کہ اُس نے اپنے پروگرام کی تمام تفصیلات تمہیں بتا کر ضروری خیال کیا؟“

”لاگوٹا بیچ میں وہ سی وینڈ میں ٹھہر رہا ہے۔ میں اُس کا سفر کھونا نہیں چاہتا تھا کیونکہ...“ لیوپو ترک گیا، پھر لعاب نکالتے ہوئے بولا: ”اُس نے اطلاع دینے کا معاوضہ ادا نہیں کیا۔“
”لیکن تم نے تو بتایا تھا کہ وہ فلاح ہو چکا ہے۔“

”ہاں، میرا خیال تھا کہ اُس کے پاس نقدی نہیں، مگر اُس نے بتایا تھا کہ پرسوں تک اُسے خاصی رقم ملنے والی

پاکستان کا نمبر 1 بائیکل سہراب

پاکستان سائیکل انڈسٹریل کورپوریشن لمیٹڈ لاہور

”ہوں!“ میں نے غصیلی آواز میں کہا جی چاہتا ہے گولی مار کر تمہاری کھوپڑی ریزہ ریزہ کر دوں۔“

میرے انداز سے وہ کانپ اٹھا اور پیشانی سے پسینے کے قطرے صاف کرنے لگا۔ اس سے مجھے یقین ہو گیا کہ واقعی وہ سب کچھ اگل چکا ہے۔

کچھ سوچتے ہوئے میں نے کیسی آواز میں کہا: کچھ عرصہ اپنا منہ بند رکھ سکتے ہو تو ٹھیک ہے، ورنہ میں ہمیشہ کے لیے اسے بند کر دوں گا۔ سمجھے؟“

”دوبارہ یہ غلطی نہیں کروں گا، سکاٹ!“

”کرنی بھی نہیں چاہیے تمہیں۔ اب اگر سپینیل کو یہ بتایا کہ میری تم سے کوئی بات چیت ہوئی ہے تو یہ جان لو کہ پہلے تمہارا تپا پانچا کروں گا اور سپینیل سے بعد میں نیٹوں گا۔ یہ بات اچھی طرح سمجھ لو!“

”فکر نہ کرو، سکاٹ! قسم کھا کر کہتا ہوں کہ...“

اُسے قسم کھاتے چھوڑ کر میں وہاں سے چل دیا۔



لیوپوسے فراغت پا کر میں ہالی وڈ سپارٹن ہوٹل پہنچا۔ تو دو پولیس افسر شہرت سے میرا انتظار کر رہے تھے۔ لاش لے جانی جا چکی تھی، مگر مقتول کا خون ابھی تک پکھلا ہوا تھا۔ دونوں افسروں کے چہروں سے تلخی کے آثار ہو رہے تھے کہ جہانے واردات پر موجود رہ کر وجہ قتل بیان کرنے کے بجائے میں وہاں سے کھسک گیا تھا۔ اگرچہ پولیس کے لیے میری شخصیت جانی پہچانی تھی، مگر موقع واردات سے میرا غیر حاضر ہونا شکوک و شبہات سے خالی نہ تھا؛ چنانچہ وہ مجھے مختار لے گئے جہاں اپنی کمانی اور اپنے تحفظ کے لیے گولی چلانے کی وضاحت کرتے ہوئے مجھے بہت سا وقت صرف کرنا پڑا۔ اپنی صفائی پیش کرتے ہوئے مشکل یوں پیش آئی کہ تو پولیس کو یہ بیان دے سکتا تھا کہ جی رینی میڈیسن نے میری خدمات حاصل کی ہوئی ہیں اور نہ یہ بتا سکتا تھا کہ میرے اپارٹمنٹ میں مقتول کس وجہ سے مجھے قتل کرنے آیا تھا۔

بہر حال، پولیس کو مطمئن کرنے کے بعد صبح سات بجے تھانے سے چھٹکارا نصیب ہوا۔ اپارٹمنٹ میں نہانے دھونے اور اپارٹمنٹ کی صفائی میں بھی خاصا وقت لگا۔ یوں لاگونا نیچ روڈ ہوا تو سورج مشرق سے خاصی بلندی پر اُچکا تھا میں ایک گھنٹے کے اندر منزل مقصود پر پہنچ گیا۔

لاگونا نیچ، ساحل بحر الکاہل پر بڑا خوبصورت شہر ہے۔ دن بڑا ٹھنڈا تھا۔ نیلے سمندر پر سورج کی کرنیں، لہروں کو لقرنی جھلک دے رہی تھیں اور بہت دور اُفق پر ہلکی سی دُھند پھیلی ہوئی تھی۔

سی وڈ ہاؤس کو سٹ بلیوارڈ کے مغرب میں سمندر کی طرف واقع ہے۔ استقبالیہ کلرک سے استفسار پر معلوم ہوا کہ اسٹن سپینیل کے محلے اور وضع قطع کا شخص گزشتہ شب وارد ہوا تھا اور اُسے ہوٹل کی سب سے بالائی منزل پر سٹوٹ بی میں ٹھہرایا گیا ہے۔ اگرچہ اُس کا ناک نقشہ اسٹن سپینیل جیسا ہی تھا، لیکن اُس نے اپنا نام ولیم سنر لکھوایا تھا۔ مزید معلوم ہوا کہ سٹوٹ بی کا کرلیہ چالیس ڈالر روزانہ ہے۔ ظاہر ہے اتنا ہنگامہ کر کے کوئی مفلس شخص کرائے پر نہ لے سکتا تھا۔ ڈیسک کلرک نے مزید بتایا کہ ساتھ والے سٹوٹ سی میں سُرخ زلفوں والی حسینہ آرتھو میلو مقیم ہے۔ اگر میں اپنی کیڈلک میں بیٹھ کر کڑی ٹگرانی نہ کر رہا ہوتا تو تین سال پرانی لنکن گاڑی میں سوار ہوتے ہوئے اسٹن سپینیل کو کبھی نہ دیکھ پاتا۔ میں نے گزشتہ شب جاگ کر گزارا ہی تھی اور اب آنکھیں ٹھنکن محسوس کر رہی تھیں۔ ساحل پر کسی شناسا کی طرف ہاتھ ہلاتے ہوئے سپینیل نے کار پارک سے گاڑی نکالی اور موٹر ڈر کمر کو سٹ بلیوارڈ کا رخ کیا۔ لنکن میرے قریب سے گزرنے لگی تو میں نے اُس طرف دیکھا جدھر اسٹن نے ہاتھ ہلایا تھا سُرخ بالوں والی ایک حسینہ کی جھلک نظر آئی اور پھر میں نے سر نیچے کر لیا تاکہ اسٹن مجھے نہ دیکھ پائے، لنکن ایک ہلاک پرے گئی تو میں نے اپنی کیڈلک اسٹارٹ کی اور ہلکی ٹریفک میں شامل ہو کر اُس کے تعاقب

میں ہویا۔

لاگونا ایونیو پہنچ کر سپینیل بائیں طرف لاگونا ہوٹل سے ملحق پارکنگ لائٹ میں گاڑی لے گیا۔ خوش نصیبی سے مجھے لاگونا ایونیو کے گوشے پر پارک کرنے کی جگہ میسر آگئی اور عین وقت پر میں نے اُسے ہوٹل کے سامنے والے دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے دیکھ لیا۔

پوڑے شانوں اور ڈبلے کلاہوں والا بلند قامت سپینیل ٹھوڑی آگے کو جھکائے لیے لیے ڈگ بھرنے کا عادی تھا۔ بدتماش ہونے کے باوجود وہ مرادہ حُسن کا مکمل پیکر تھا اور ہمیشہ اس آن بان سے رہتا جیسے کسی تقریب میں شمولیت کی غرض سے جا رہا ہو۔

سرک پارک کر کے ہوٹل کی لابی میں داخل ہوتے وقت میں نے اُسے ایلیو بیڑ میں سوار ہوتے دیکھا۔ ایلیو بیڑ ویک کے نزدیک سیڑھیوں سے پرے، میرے دائیں ہاتھ تھا اور ایڈیٹر تین کے عدد پر رکتے پاکستان تیزی سے سیڑھیاں چڑھنے لگا۔ دو دو، تین تین سیڑھیاں ایک ہی جست میں پھیلا گتے ہوئے تیسری منزل پر پہنچا تو وہ ابھی راہداری میں تھا۔ میں وہیں رگ گیا اور خود اوجھل رہتے ہوئے سرزد آگے بڑھا کر دیکھا۔ وہ ایک دروازے پر دستک دے رہا تھا۔ دروازہ کھلا اور دُور سے مدہم نسوانی آواز سنائی دی: ”ال ٹارنگا“ یکھت جہاں بھی جاتا تھا، کوئی نکلونی نسوانی آواز اُس کا استقبال کرتی تھی۔ میں دانستہ پس کر رہ گیا۔

میں رہینی میڈلسن کی عائد کردہ پابندیوں کے مطابق کام کرتا تو مجھے کوسوں دُور رہنا چاہیے تھا جہاں تصویر کشا خضر لین دین منزع ہوتا، لیکن اسٹن مشتبه شخص تھا اور اُس کی نقل و حرکت اور آشناؤں کے متعلق باخبر رہنے کے سوا کوئی چارہ کار نہ تھا۔ میں عجبت و شش و پنج میں گرفتار تھا۔ پھر اچانک ذہن میں ایک نئے خیال نے جنم لیا۔ پھر یہ خیال بار بار جھلانے لگا اور آخر میں نے اُس پر عمل پیرا ہونے کا مضم ادا کر لیا۔ میری کیڈلک کی ڈکی میں برقی آلات، خفیہ مائیکروفون،

انفراریڈ گیزر جیسی اشیاء درجنوں کے حساب رکھی رہتی ہیں جن کی ضرورت پڑ سکتی ہے۔ جاسوسی کا پیشہ جو ٹھہرا خیال آیا کہ اسٹن سپینیل کی لنگن کار میں کوئی ایسا آلہ لگا دوں جو ایک خاص فاصلے تک اشارے نشر کرتا رہے۔ یوں اُس کی نقل و حرکت سے تو آگاہ رہ سکتا تھا، مگر اُس کے ملاقاتیوں کے متعلق پتہ نہ چل سکتا تھا، چنانچہ نو وارد خیال کی تفصیلات کے متعلق سوچتے ہوئے، راہداری میں جا کر اُس کمرے کا نمبر دیکھا جس میں اسٹن گیا تھا۔ پھر لابی میں جا کر ٹریک کلرک سے اُس کے مکین کا پوچھا تو اُس نے کہا: ”وہاں مسز انگریڈ آٹریپین کوئی خاتون مقیم ہے۔“

”مسز آٹریپین؟ کیا وہ اپنے شوہر کے ساتھ رہتی ہے؟“ میں نے پوچھا۔
”نہیں! چند ماہ سے اکیلی یہاں مقیم ہے میرا خیال ہے وہ بیوہ ہے۔“

کلرک کا شکریہ ادا کر کے وہاں سے چل دیا اور سی وینڈ ہوٹل پہنچا۔ وہاں اب کوئی اور ٹریک کلرک ٹیبلٹی پر تھا اور اُسے آرڈر میبلو کے چلیے اور شکل و صورت کے متعلق کوئی علم نہ تھا۔ اب میں سب سے بالائی منزل پر سوٹ سی کے دروازے پر پہنچا اور دستک دی۔ دوبارہ دستک دینے پر بھی کوئی جواب نہ پا کر دروازے کی دنگی کھائی تو وہ کھوم گئی، گویا دروازہ منقل نہیں تھا۔ غیر منقل کمرے میں ڈاونچی پانے کی رتی بھر اُمید نہ تھی، تاہم اندر جا کر میں نے اچھی طرح جانچ پڑتال کی، مگر بے سود۔

سوٹ بی اور سوٹ سی کے درمیان دروازہ میرے لیے باعث حیرت نہ تھا۔ اُس کے ذریعے سپینیل کے لیے سوٹ بی میں جانا دشوار نہ تھا، مگر اچھی طرح چھان بین کے بعد وہاں بھی ڈاونچی کا سرانغ نہ ملا۔ آرڈرنگ کی خواب گاہ کے ڈریسنگ روم میں اپ کی مختلف اشیاء میں کیس پوڈرا کا ایک بڑا ڈپہ موجود تھا جس میں سے غضب کی خوشبو اٹھ رہی تھی۔ کمرہ کی تلاشی کے بعد میں نیچے بار میں چلا گیا وہاں

سپینیل سے ملنے جاری ہے۔ نیز یہ بھی معلوم ہو چکا تھا کہ آج رات آسٹن کو ضروری کام درپیش ہے جس کی وجہ سے وہ رات کا کھانا آرڈر تھ میلو کے ساتھ کھانے سے قاصر ہے۔ یہ تمام باتیں اتنی اہم نہ تھیں جتنی وہ بات جو میں اب کرنے کا مصمم ارادہ کر چکا تھا۔ آرڈر تھ میلو سے ملاقات نہ ہوئی ہوتی تو اس ارادے پر میں بھی عمل پیرا نہ ہوتا۔ گھر میں وقت دیکھا۔ شام کے پونے چھ بجے تھے۔ کچھ زیادہ مہلت میسر نہ تھی۔ پندرہ بیس منٹ بعد آسٹن وارد ہونے والا تھا، مجھے یقین تھا کہ اگر آرڈر تھ میلو غسل میں مصروف ہوئی تو اتنا وقت ضرور مل جائے گا کہ اپنے ارادے کو عمل جامہ پہنا دوں۔



میں تیزی سے اٹھا اور بھاگتا ہوا اپنی گاڑی کی طرف گیا۔ اس کی ڈی کی میں سے مطلوبہ شے حاصل کی اور دوڑتا ہوا سی وینڈی بالائی منزل پر پہنچا۔ آرڈر تھ میلو کے سوٹ کا دروازہ اندر سے مقفل تھا اور چھپک چھپک کی مقررہ آواز سنائی دے رہی تھی۔ آسٹن کے سوٹ کا دروازہ کھولنے میں تقریباً دو منٹ صرف ہوئے اور اندر جا کر درمیان راستے سے آرڈر تھ کی خواب گاہ میں گیا۔ غسل خانے سے نہانے اور پانی بننے کی آوازیں صاف سنائی دے رہی تھیں۔ چھ بجے میں ابھی پانچ منٹ باقی تھے؛ تاہم کام کی تکمیل کچھ زیادہ وقت کا تقاضا نہ کرتی تھی۔

کیڈلک میں سے ایک لفافہ نکالی اور دوسرا مخصوص پوڈر سے جھر کر لایا تھا۔ آرڈر تھ کیس پوڈر کا بڑا ڈبہ ڈریسر پر اسی طرح پڑا تھا۔ اس میں سے اوجھا پوڈر نکالی لفافے میں اٹھنے کے بعد اپنے لائے ہوئے پوڈر کی اتنی ہی مقدار کیس کے ڈبے میں بھر دی۔ متبادل پوڈر کا رنگ اور خوشبو کیس جیسی ہی تھی؛ چنانچہ یہ امکان کم ہی تھا کہ آرڈر تھ دونوں کافور مسوس کر سکے گی۔

کیس پوڈر کے ڈبے کو ڈسکن لگایا ہی تھا کہ غسل خانے

سے نیچے سمندر اور ساحل کا منظر بڑا ہی دلکش تھا۔ بارہن اور لوگوں کے علاوہ سُرخ زلفوں والی ایک حسینہ بھی تھی۔ وہ ایک اسٹول پر بیٹھی مشروب کی چٹکیاں لے رہی تھی۔ یونسی خیال آیا کہ شاید وہی آرڈر تھ میلو ہو؛ چنانچہ اس کے نزدیک ہی ایک اسٹول پر برجامان ہو گیا۔ بیٹھتے ہی تین ہونے لگا کہ یہی آرڈر تھ میلو ہے کیونکہ اس کی سمت سے آنے والی غضب کی خوشبو، کیرس نامی پوڈر کی مٹی جیسے اس کے کمرے میں سُونگھ آیا تھا۔

میں نے بھی مشروب منگوایا اور چھوٹے چھوٹے گھونٹ بھرنے لگا۔ اس دوران سُرخ بالوں والی حسینہ سے گفتگو چل نکلی۔ وہ خاصی بے تکلفی سے باتیں کرتی رہی۔ میں نے اسے شام کے کھانے کی دعوت دی تو وہ اپنی چمک دار گھڑی پر نظر ڈالتے ہوئے بولی: "تھوڑی دیر میں مجھے اس... اوو! اس نے سستی سے متنبہ بھیج لیا اور سچر بھل کر بولی: "میرا مطلب ہے بل سے ملنا ہے۔"

"تمہارا مطلب ہے تمہیں ال آئل بل سے ملنا ہے؟ کیا وہ کسی ملک کا ولی عہد ہے؟"

"ال نہیں۔ اس کا نام بل ہے۔" وہ بولی: "پتہ نہیں کیوں بعض اوقات یہ مشروب پینے سے زبان بہک جاتی ہے؟"

"تو اس میں پریشان کی کیا بات ہے؟"

"کوئی ایسی ویسی بات نہیں۔ دراصل ایک گھنٹہ بعد مجھے... وہ تک گئی اور خاصی پریشان دکھائی دینے لگی۔"

"بل سے ملنا ہے۔" میں نے فقرہ پورا کیا۔

جواب میں وہ میں مسکرا کر رہ گئی۔

میرے پوچھنے پر اس نے بتایا کہ بل سے ملاقات بس ایک ڈیڑھ گھنٹہ تک رہے گی، اس کے بعد وہ کسی ضروری کام سے چلا جائے گا، تب ہم رات کا کھانا اگٹھے کھا سکتے ہیں۔

یہ کہہ کر وہ بار سے نکل گئی۔

میں جان گیا تھا کہ یہی حسینہ آرڈر تھ میلو ہے جو کیرس پوڈر استعمال کرتی ہے اور ال آئل بل عرف ولیم سمٹ، یعنی آسٹن

آرڈھ کا انتظار کرنے لگا۔



اس مرتبہ غمزدہ چہرے والے بٹلر کے بجائے خود ہی دینی میڈسین نے میرا استقبال کیا۔ ایک ہاتھ میں مہاری بیب اٹھائے میں اندر گیا اور میری غمزدہ گاہ میں پہنچے جہاں کتا بول کی لڑائی کے اوپر خالی فریم حسب سابق عجیب سامعوس ہو رہا تھا۔ بیٹھنے کے بعد میڈسین سگا رملگاتے ہوئے بولا، ”ہاں تو بٹلر سکاٹ! فون پر تمہاری ہدایات کے مطابق میں نے سب انتظام کر دیا ہے۔“

یہ مجھے کی شب تھی۔ دو راتیں قبل میں بیٹھ کر میں نے میڈسین کی رُو داؤنی تھی اور سچلی رات آرڈھ بجے تک سی وڈ میں آرڈھ سیلو کا انتظار کیا تھا۔ وہ آئی تو ایک گھنٹے تک ہماری گفتگو ہوتی رہی، لیکن اس کے سوا اور کچھ نہ معلوم کر سکا کہ اس کا آشنا بل کی ضروری کام کی بنا پر کل صبح سے پہلے نہیں لوٹے گا۔ جو چھنے پر معلوم ہوا کہ وہ کسی مسٹر انگریز کو نہیں جانتی اور اب حسب وعدہ ملاقات ہونے پر میڈسین نے پوچھا، ”میں سمجھا نہیں تھا کہ انصوب کیا ہے، مسٹر سکاٹ!“

”ابھی سمجھائے دیتا ہوں“ میں بولا، ”صرف اتنا یقین دلا دو کہ سب اکتھے ہو گئے ہیں۔“

”ہاں! وہ سب لاٹبروری میں ہیں۔“

”ٹھیک!“ میں نے کہا۔ ”لو اب میرا منصوبہ سن لو۔ مجھے یقین ہے کہ تمہاری ڈاؤنی ایک شخص مٹی آسٹن سپینیل نے چرائی ہے اور میرا خیال ہے کہ اس تصدیق کو وہ خریدار کے حوالے کر چکا ہے۔ تصویر کی حوالگی کے مرحلے تک اگر میں خود سپینیل کا تعاقب کرنا تو عین ممکن تھا کہ تمہاری عائد کردہ پابندی میں سے کسی ایک کی خلاف ورزی کا مرتکب ہوتا، چنانچہ اس کی بے خبری میں ایک ایسا پوڈریس نے اس کے ہاتھوں پر لگانے کا انتظام کیا جو انظار میں شائع پڑتے ہی چمکنے لگتا ہے۔ پچھلے پچیس گھنٹوں میں سپینیل نے جس چیز یا شخص کو بھی ہاتھ لگایا ہوگا، یہ پوڈریس اس تک منتقل ہو گیا ہوگا۔ خواہ وہ چیز باہر

سے آئے والی پانی پینے کی آواز بند ہوگئی اور اس کے ساتھ ہی باہر راہداری میں مہاری قدموں کی چاپ سنائی دینے لگی۔ عجیب صورت حال ہو گئی تھی۔ آرڈھ کسی بھی وقت غفل خانے سے برآمد ہونے والی تھی۔ ایک ایک لمحہ قیستی تھا میں اچھل کر درمیانی دروازے سے آسٹن سپینیل کے سوٹ میں چلا گیا۔ میرا یہ قدم بظاہر وقت تھا، کیونکہ میں اسی وقت آرڈھ سیلو اپنی خواب گاہ میں آگئی تھی۔ راہداری میں قدموں کی چاپ دروازے پر لگ گئی تھی۔ مہلت بہت کم تھی۔ میں آہٹ پید کیے بغیر سپینیل کے بستر تلے چھپ گیا۔ دفعہ دروازہ کھلا اور سپینیل کے پاؤں اندر داخل ہوتے دکھائی دیے۔ وہ دروازہ بند کر کے مہری کے پاس آکھڑا ہوا۔ میرا دل بے ہنگم انداز سے دھڑکنے لگا۔ ایک دھمکوں بعد اس نے کمرے میں یوں چل قدمی شروع کر دی جیسے کسی کا انتظار کر رہا ہو۔ پھر اچانک فون کی گھنٹی بجی اور لپک کر اس نے ریسپونڈ کر دیا۔

”ہاں! میں بول رہا ہوں۔“ چند سیکنڈ تک مزید سننے کے بعد وہ بولا، ”ہوں! آج رات؟ ٹھیک ہے میں کل صبح تمہیں ملوں گا۔۔۔ یقین رکھو کل صبح ضرور ملوں گا۔ دو ہزار۔۔۔ ٹھیک ہے۔ یہ کہہ کر فون بند کر دیا۔ دو ہزار! تو گویا سپینیل کل صبح کسی کو دو ہزار ڈالر دے رہا ہے۔ یہ خیال آتے ہی مجھے اس ناکام قاتل کا خیال آ گیا جس نے سپارٹن ہوٹل میں میری جان لینا چاہی تھی اور مرنے سے پہلے بتایا تھا کہ سپینیل نے اسے ایک ہزار ڈالر دیے تھے اور اب دو ہزار اور۔۔۔ ان دنوں سپینیل بے دریغ بڑی بڑی رقمیں خرچ کر رہا تھا۔

فون سے فارغ ہو کر وہ درمیانی دروازے پر دھک دے دیے بغیر آرڈھ سیلو کے سوٹ میں داخل ہوا اور پیچھے سے دروازہ بند کر دیا۔ ظاہر تھا کہ وہ یہاں محض فون کا وصول کرنے کی تہمت سے وارد ہوا تھا۔

میں آہٹ کیے بغیر مہری کے نیچے سے نکلا، کمرے سے باہر آ کر نیچے باہر میں گیا اور سب راٹھنی کی چکیاں لیتے ہوئے

دھون گئی ہو یا اس شخص نے غفل کیا ہو، اس پوڈر کے سالمات صاف نہ ہوئے ہوں گے۔ یہ اس پوڈر کی خاصیت ہے۔“

میں نے اپنے قدموں کے پاس رکھے بھاری لیپ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: ”یہ انفرادی لیپ ہے، مسٹر میڈلسن! اگر سپینیل نے حوالگی کے وقت ڈاؤنچی کو چھوایا ہے اور بعد میں کسی اور کے ہاتھ تصویر سے منسوب ہوئے ہیں یا سپینیل نے خریدار سے معاوضہ کیا ہے تو پوڈر کے ذرے خریدنے والے کے ہاتھوں پر منتقل ہو چکے ہوں گے۔ وہ ذرے اس لیپ کی روشنی میں بآسانی دکھائی دے جائیں گے اور آج رات میں اسی بات کی پڑتال کرنے یہاں آیا ہوں۔“

چند سیکنڈ تک میڈلسن خاموش رہا، پھر کہنے لگا: ”ہول! یہ منصوبہ قابل ستائش ہے، لیکن اُس کی بے خبری میں ہاتھوں پر پوڈر لگانے کا انتظام تم نے کیسے کیا؟“

”کیسی قدر پیچیدہ معاملہ تھا، مسٹر میڈلسن! بعد میں کسی وقت وضاحت کروں گا۔ یقین جانیں خریدار کو ہرگز خبر نہیں کہ اُس کے ہاتھوں پر مخصوص قسم کا پوڈر چسپا ہوا ہے۔ میرا خیال ہے اب لائبریری میں موجود لوگوں کی پڑتال کر لیں۔“

”ٹھیک ہے“ وہ بولا۔ ”کہیں کیا بتا ہے؟ میرا خیال ہے اپنے لیپ کی شعاعیں اُن لوگوں کے ہاتھوں پر ڈالو گے جن کی پڑتال کرنا چاہتے ہو۔“

”بالکل ایسی بات ہے“ میں نے کہا۔

لائبریری میں پانچ نفوس ہمارے منتظر تھے، مسٹر میڈلسن، جارج رینی میڈلسن جو نیوز، بٹلر اسٹرلنگ، میڈلسن کا پرائیوٹ جم پائس اور مسٹر لیڈ جس نے الارم سسٹم نصب کیا تھا۔ جم پائس سے ملاقات کا یہ پہلا موقع تھا۔ لہذا قدر بھاری جُستہ، نیلی آنکھوں پر گھٹی بھوئی اور سر کے بالوں میں کبیں کبیں بھجوا پن۔ عمر چالیس برس ہوگی۔ اُس نے متبسن نظریں مجھ پر ڈالیں۔ باقی لوگوں کی نگاہوں سے بھی تجسس جھلک رہا تھا۔ میڈلسن نے پہلے سے بتا رکھا تھا کہ میں ایک تجربہ کرنے آ رہا ہوں اور انہیں میرے ساتھ پورا تعاون کرنا چاہیے، چنانچہ

میں نے جٹلر کو برقی سٹیچ پر کھڑ کیا اور باقی چاروں قطار میں سرسری ناخرچی صوفے پر بٹھا دیے۔ پھر بٹلر کے ساتھ دروازے کے پاس جا کھڑا ہوا ”حاضرین! یہ عرض ایک تجربہ ہے۔ اسٹرلنگ! اساری بتیال گل کر دو۔“

اُس نے بتیال گل کر دیں۔ میں نے انفرادی لیپ کا بٹن دبایا اور اُس کی شعاعیں سب سے پہلے بٹلر اسٹرلنگ کے ہاتھوں پر مرکوز کیں، لیکن کچھ وقوع پذیر نہ ہوا۔ ہاتھوں اور انگلیوں کا مدھم سا خاکہ دکھائی دیتا رہا اور تاریکی میں کوئی سُرخ دکھائی نہ دی۔ اس سے ظاہر ہو گیا کہ ڈاؤنچی کی چوری میں بٹلر ملوث نہیں۔ یہ امر کسی قدر مایوس کن تھا۔ میں نے پُر مژدہ لیجے میں کہا: ”اسٹرلنگ! بتیال روشن کر دو۔ ہاں ٹھیک ہے.... دیکھو! اب صوفے کے پاس جا کر جب اشارہ کروں تو پھر بتیال بھجوا دینا اور جب کہوں تو بھلا دینا۔ سمجھ گئے؟“

”ٹھیک ہے سر!“ اسٹرلنگ نے کہا۔

میں صوفے کے پاس گیا۔ اُس پر بیٹھے چاروں افراد حیرت میں ڈوبے میری طرف دیکھ رہے تھے۔ مسٹر میڈلسن میرے ہاتھوں کے ہاتھ صوفہ نشیں تھے اور اُس سے پرے جارج بیٹھا تھا۔ میرے دائیں ہاتھ علی الترتیب مسٹر لیڈ اور جم پائس تھے۔ چند ثانیوں کے اندر متمہ مل ہوئے تو تھا۔ میں نے اسٹرلنگ کو پھر اشارہ کیا اور اُس نے روشنیاں گل کر دیں۔

انفرادی لیپ کا بٹن دبا کر میں نے شعاعیں پہلے مسٹر میڈلسن اور پھر جارج کے ہاتھوں پر ڈالیں۔ پھر پائس اور دل شکستہ ہو کر کھڑا اور مسٹر لیڈ اور جم پائس کے ہاتھ چائے کوئی قابل ذکر نتیجہ نہ پا کر ڈوبتے دل کے ساتھ اس عمل کا اعادہ کیا، مگر نتیجہ وہی نامیں نامیں فاش۔ کبیں سُرخ ظاہر نہ ہوئی اور اندھیرا چھایا رہا۔

تمنے ہوئے اعصاب کے ساتھ خیال آبا کبیں انفرادی لیپ کوئی نقص تو نہیں، چنانچہ میں پیچھے ہٹا اور اُس کا درج اپنے ہاتھوں کی طرف کر دیا۔ لیپ خراب نہیں تھا۔ گہری سیاہ

تاریکی میں میرے ہاتھ سُرخ روشنی سے جھک رہے تھے۔ جب میں نے مخصوص پوڈر کیس پوڈر کے ڈبے میں ڈالا تھا، اس کی معقول مقدار میرے ہاتھوں سے چٹ گئی تھی، اور یہ پوڈر ایسا نہ تھا جو ہاتھ دھونے یا نہانے پر صاف ہو جاتا۔ میں اپنے سُرخ دھکنے ہاتھ دیکھتی رہا تھا کہ بلند نکار سنائی دی، روشنی! بتیاں جلا دو! اس کے فوراً بعد کوئی جھپٹ سے آنکھ لایا اور اُس نے میرے چمکتے ہوئے دونوں ہاتھ مضبوطی سے جکڑ لیے۔ لیپ میرے ہاتھ سے گر گیا اور کمرے میں دوبارہ تاریکی چھیل گئی۔ پھر دفعتاً کمرے کی بتیاں جل اٹھیں۔

اب جو دیکھا تو جی رہی میڈلین کو اپنے ساتھ کھم کھٹایا۔ میرے ہاتھ مضبوط گرفت میں لیے، ہڈیاں اور جو شیلے انداز میں وہ چلا رہا تھا، "میں نے اُسے پکڑ لیا ہے، سکاٹ! میں نے پکڑ..." اُس کی زبان یک دم رک گئی اور پھر وہیں جہیں ہو کر بولا: "تم؟"

"ہاں! میں ہی تو ہوں" میں نے بگڑتی سی کہا۔ "لیکن... تم؟ قرط حیرت سے اُس کی آنکھیں پٹی جا رہی تھیں۔

"ہاں! بے شک" میں نے جھلا کر کہا۔ "نادان مت بنو اور میرے ہاتھ چھوڑ دو۔"

جانے کہاں چوک ہوئی ہے؟ میں سوچ رہا تھا یہ کیسے ممکن ہے کہ آرڈنٹ میلو کی وساطت سے مخصوص پوڈر سپینیل کے ہاتھوں کو نہ لگا ہوا دھیر اُس کے ذریعے خریدار کے ہاتھوں سے نہ چٹا ہو۔ اسی یقین کے تحت میں نے ایک مرتبہ پھر ہر لوگوں کی انفراریڈ لیپ سے پڑتال کی، مگر نتیجہ وہی رہا شکست خوردگی اور بے بسی محسوس کرتے ہوئے میں نے کہا: "لیپ ٹھیک ہے، میں آپ لوگوں سے پھر بات کروں گا۔"

میڈلین میرے ساتھ ہی لائبریری سے باہر راہلاری میں چلا آیا تھا۔ وہ بولا: "آخر یہ کیا معاملہ ہے؟" "پتہ نہیں کہاں گمراہ ہو گئی ہے" میں نے کہا: "اپنے



تیزی سے گاڑی چلاتے ہوئے میں لاگو نائیج پہنچا اور سوا آٹھ بجے ہی ونڈر ہوٹل میں سوٹ سی کے دروازے پر جا دستک دی۔ میرے ایک ہاتھ میں انفراریڈ لیپ تھا اور دوسرے میں کوٹلٹ اعشاریہ اڑتیس، مہاوا سپینیل سے آئنا سامنا ہو چاہئے۔ دروازہ کھولنے آرڈنٹ میلو آئی۔

"اوہ! میلو! تم مسٹر...؟" اُس نے مجھے دیکھتے ہی کہل "میں بل ہوں۔"

"اوہ مسٹر بل! آؤ، اندر آ جاؤ۔"

اندرواں داخل ہو کر میں نے دروازہ بند کیا اور خوب لگا بگاہ میں کیس پوڈر کے ڈبے پر لیپ کی روشنی ڈالی۔ ڈبائیوں دکنے لگا جیسے شعلہ بی حال آرڈنٹ کا تھا۔ وہ بھی شعلہ جو الہی تھی۔ آرڈنٹ اپنے آپ کو اس نئے رنگ میں رنگا ہوا پاکر دنگ رہ گئی۔ لیپ کی شعلوں میں اُس کی جھبوں، بال، ہاتھ، انگلیاں، بازو اور گھٹنیاں غرض جسم کے تمام برہنہ اعضا تھپ رہے تھے۔ وہ حیرت سے بولی: "اوہ! یہ کیا؟ شاید پوڈر اسی وجہ سے اس قدر نفیس خوشبو دے رہا ہے؟"

اُس کی حیرت نظر انداز کرتے ہوئے میں بولا: "آرڈنٹ! تمہیں یاد ہو گا بائیں گل رات میں نے تم سے مسٹر انگریڈ آئرن کے متعلق پوچھا تھا۔"

”ہاں، مجھے یاد ہے، لیکن یہ پوڈر انما کیوں ٹھیک....؟“
 ”میں نے یہ غرض یہی ظاہر کیا تھا کہ ممکن ہے تمہارا دوست...
 .. کیا نام تھا اُس کا؟ جیو آسٹن سپینیل ہی کہیں....“
 ”میں کسی آسٹن سپینیل کو نہیں جانتی۔ اُس نے... میرے
 دوست نے ہدایت کی تھی کہ اُس کے متعلق کسی کو نہ بتاؤں۔“
 ”ٹھیک ہے اُس نے یہ ہدایت کی ہوگی، بہر حال، اُس
 کا نام آسٹن سپینیل ہی ہے۔ کل رات میں یہ بتانا چاہتا تھا
 کہ ہو سکتا ہے وہ تمہیں چھوڑ کر کسی اور حسیہ سے ملے....“
 ”یہ ناممکن ہے“ اُس نے کسی قدر چھیٹے ہوئے کہا۔
 ”میں اُس کی واحد سچی محبت ہوں۔“

”ہو سکتا ہے یہ سچ ہو، لیکن کیا یہ ممکن نہیں کہ وہ معتدو
 سچی محبتیں رکھتا ہو؟“

”یہ بڑا احمقانہ خیال ہے۔“
 ”ٹھیک ہے، لیکن اگر میں ثابت کر دوں کہ تھی اُس کی
 سچی محبت نہیں، بلکہ ایک اور لڑکی بھی اس میں شریک ہے
 تو آسٹن سپینیل کے متعلق کچھ بتانا گوارا کر لو گی؟“

اب وہ بھول گئی کہ کچھ لمحے پہلے آسٹن سے اپنی
 آشنائی کا انکار کر چکی ہے۔ انہیں جھینچ کر شیدگی سے بولی :
 ”ثابت کر سکتے ہو؟“

”ہاں!“ میں نے کہا اور پھر کیرس پوڈر کے ڈبے کی طرف
 اشارہ کرتے ہوئے گوشہ شام کی اپنی کارروائی سے اُسے گاہ
 کیا اور اپنے ہاتھ میں کپڑے سے نمونہ لیمپ کی نوعیت بتاتے ہوئے اُس
 کے تہمتانے کی وضاحت بھی کی۔

حیرت سے اُس کی آنکھیں منکرا گئیں اور وہ کسی قدر
 براہِ گمانہ آوازیں بولی : ”تو گویا یہ محبت پوڈر میرے سارے
 جسم سے چمپا ہوا ہے؟“

”ہاں! لیکن فکر نہ کرو۔ یہ کسی قسم کی تکلیف نہیں دے
 گا اور دو چار دن میں صاف ہو جائے گا۔“ میں نے کہا۔
 ”لیکن تم نے میرے ڈبے میں یہ پوڈر ملا یا ہی کیوں؟ کیا
 تکلیف تھی تمہیں؟“

”تکلیف!“ میں نے ہلکا سا وقفہ دیتے ہوئے کچھ سوچا اور
 پھر پھر پھر کہہ کر کہا : ”آؤ تھو! تم نے کئی باتیں بتائی ہیں، مثلاً یہ کہ
 تم نے سیاہ زلفوں والی مسٹر انگریڈ آئرلین کے بارے میں کبھی
 نہیں سنا۔ تمہیں یہ بھی یقین ہے کہ آسٹن سپینیل بھی اُسے نہیں
 جانتا اور تم اُس کی واحد سچی محبت ہو۔“

”وہ تو میں ہوں۔ اس میں کیا شک ہے؟“
 ”لیکن اگر میں اُلٹ ثابت کر دوں تو؟“
 ”ایسا ممکن ہی نہیں تو ثابت کیلئے کرو گے؟“
 ”ثابت کر کے دکھا دوں گا، لیکن ذرا تحمل سے میری

بات سمجھنے کی کوشش کرو تم جان ہی چکی ہو کہ یہ پوڈر تمہارے
 سارے جسم سے چمپا ہوا ہے۔ اگر آسٹن نے تمہیں چھوایا ہے تو
 پوڈر اُس کے ہاتھوں پر بھی لگا ہو گا اور پھر اُس نے جس
 چیز یا شخص کو ہاتھ لگایا ہو گا، پوڈر کے سالمات اُس سے بھی
 چمٹ گئے ہوں گے۔ سمجھ گئی ہو نا؟“

”ہاں! سمجھ گئی ہوں۔“ وہ حسیہ سے بولی۔
 ”اگر آسٹن کے متعلق فوری طور پر کچھ بتانے کو آمادہ نہیں
 ہو تو آؤ لیپ سے اُس عورت مسٹر انگریڈ آئرلین کی پڑتال کر
 لیتے ہیں۔“

”ٹھیک ہے۔ چلو کہاں جانا ہے؟“
 لاگونا ہوٹل پہنچ کر میں نے مسٹر آئرلین کے دروازے
 پر زوردار دستک دی تو جواب میں اندر سے کچھ عجیب و غریب
 آوازیں سنائی دیں اور پھر قدموں کی چاپ دروازے کی طرف
 آتی محسوس ہوئی۔ دروازہ کھلنے پر سیاہ بالوں والی حسیہ دکھائی
 دی۔ اُس کے ابرو حیرت سے تنٹے ہوئے تھے میں نے
 دھکا دے کر دروازہ مزید کھولا۔ وہ بوکھلا سی گئی اور پٹپٹ کر بولی :
 ”یہ کیا؟.... آخر اس کا مطلب کیا ہے؟“

اُس کی خستگی کا انتظار کیے بغیر میں نے انفریٹیو لیمپ
 کی روشنی اُس پر ڈالی تو ناقابل تردید ثبوت سامنے آ گیا۔ اُس
 کے برہنہ کندھے، چہرہ اور بازو صریحاً نو دینے لگے تھے۔ میں
 نے تصوراً سامنے کر آؤ تھو کی طرف دیکھا، غم و غصے میں وہ لالہ ہو چکا

ہو رہی تھی۔ اچانک وہ شیریں کی طرح چھٹی اور مسر آٹر میں کو
دھکیاتی ہوئی اندر لے گئی۔ میں بھی کمرے میں داخل ہوا اور
اندر سے دروازہ بند کرتے ہوئے ادھر ادھر لگا ہین ڈولائیں،
مگر ہم تینوں کے سوا اور کوئی متفق نہ دکھائی نہ دیا۔

اس ناگہانی صورت حال پر مسر آٹر میں ہراساں ہو کر
دور جا کھڑی ہوئی تھی اور آؤتھ تیز تیز سانس لیتے ہوئے
آتش بار لگا ہوں سے اُسے گھور رہی تھی۔ میں نے آؤتھ سے
غما طلب ہو کر کہا: ”شاید آسٹن سپینیل اس وقت یہاں نہیں،
مگر وہ یہاں آیا ضرور تھا۔ یہ ثبوت مل گیا ہے نا میں؟“
کوئی جواب دیے بغیر وہ تہہ بار لگا ہوں سے مسر آٹر میں کو
گھورتی رہی، پھر ملگتی ہوئی آوازیں بولی:

”ہذا ذات کُتبا! ال کہاں ہے؟“ وہی کشمکش کے ان
لمحات میں اُس نے آسٹن کا نام لیتے ہوئے کوئی غلطی نہ کی
تھی۔

حیرت میں ڈوبی ہوئی مسر آٹر میں رکتے رکتے بولی: ”ال
کون؟“ گویا یہ عدت بھی آسٹن سے آشنا کی کا اعتراف کرنے کا وہ نہیں تھی۔
”تم اچھی طرح جانتی ہو ال کون ہے؟“ آؤتھ جیتے ہوئے
اُس پر چھپٹ پڑی۔ مسر آٹر میں نے ملافت کرتے ہوئے اُسے
اس زور کا تھپتھر سید کیا کہ وہ لڑکھاتی ہوئی دو تین قدم پسپا ہو گئی۔
پھر ان واحد میں دونوں گتھم گتھا ہو گئیں اور گنگلی بایوں کی طرح ایک
دوسری کو نوچنے کھسکھٹنے لگیں۔

زندگی میں پہلی مرتبہ ایک عجیب و غریب تماشا دیکھنا نصیب
ہوا تھا یوں محسوس ہونے لگا جیسے یہ صدی کی سب سے بڑی
لڑائی جیتوں میں ہاتھوں کے گولے ہاتھوں کے خیر اور فسادوں
کے ہتھیار بے محابا استعمال کیے جا رہے تھے۔ نوچ کھسکھٹ
اور شہ زوری کے سارے گڑ اور داؤ بیچ اندھا دھند آزمائے
جا رہے تھے۔ ساتھ ہی ان لڑاکو خواتین کے منہ سے قہر و غضب
کے کرب ناقص قلیل برآمد ہو رہے تھے۔ اعتراف کے بغیر جارہیں
کہ اس دست بدست جنگ میں ایسے گونا گوں مناظر پیش کیے
گئے کہ نین حرب و ضرب میں اپنی کم علمی پر یقین دلان احساس کمتری

کا شکار ہونے لگا۔ دونوں کے لباس تار تار ہو چکے تھے اور
جسم کے مختلف حصوں پر کھردخوں کے نشان بن گئے تھے۔ ان کا
یہ جنگ اُس وقت ختم ہوئی جب آؤتھ نے میز پر سے لمب
اٹھا کر مسر آٹر میں کو دے مارا اور خود تھکن سے چور ہو کر ہاتھوں
اور گھٹنوں کے بل فرش پر آری۔ مسر آٹر میں چاروں شانے پت
ہو کر ہولے ہولے آنکھیں چھپکاتے ہوئے لگ... آپ... ہنتر کی ناقابلِ فہم
صدائیں بلند کر رہی تھی۔

میں اُسی لمحے پلنگ کے نیچے کوئی چیز سرسرائی۔ میں
بے اختیار مسکرا دیا اور مجھے کہنا پڑا: ”مشرال! اب تو باہر جاؤ!“
وہ پلنگ کے نیچے سے برآمد ہوا، لیکن بایوں اور شکست
خورہ شخص کی طرح نہیں، بلکہ چہرے پر شدید غیظ و غضب کی
تمازت لیے، دائیں ہاتھ کا مکہ لہراتے ہوئے بھڑپڑا۔

اتنی تیزی سے، اٹھا دھندلے اور ہونا اُس کی حماقت تھی،
کیونکہ میں پوری طرح مستعد کھڑا تھا۔ میں نے تیزی سے اپنا سر
دو تین انچ ایک طرف سرکا کر اُس کا وارنالی دیا اور پوری قوت
سے ایک ٹکڑا اُس کی شٹوری پر جمایا جو انتہائی کارگر ثابت ہوا۔
بیس بال کا ٹکڑا ٹوٹنے کی سی آواز بلند ہوئی اور فضا میں لہراتے
ہوئے، آسٹن ویلوار کے پاس جا کر اُسی مسر آٹر میں ہاتھوں اور
گھٹنوں کے بل اُٹھ بیٹھنے کی کوشش کر رہی تھی اور آؤتھ جیسے
فاصلے کی دوڑ جیتنے والے کھلاڑی کی طرح کھڑی ہانپ رہی تھی۔
کچھ دیر تک میں خاموشی سے ان تینوں کا نظارہ کرتا رہا، پھر تنیدگی
سے بولا: ”اچھا تو لڑکیو! اب ٹھنڈے دل و دماغ سے گفتگو ہو
جائے اور کسی قسم کا دلکا فساد نہ ہو۔ آؤ! اب مل کر ساری باتیں
معتدلیت سے ظاہر کریں!“



اس مرتبہ یو یو کو میں نے ڈالی باریں جا پکڑا۔ یہیں سے سارا
معاملہ شروع ہوا تھا۔ پہلے موقع پر وہ محسوس ہو رہا تھا اور اُس
کے یوں ڈرنے کی وجہ اب میں بخوبی جان چکا تھا۔ دوسری
ملاقات ہوئی تو وہ دہشت زدہ ہو گیا تھا، اس نیال سے کُرسے
گولی ماروں گا، مگر اس تیسرے موقع پر اُسے خوب معلوم تھا کہ

کھیل ختم ہو چکا ہے۔

حسب سابق وہ ایک بوٹھ میں تھا اور اُس کے سامنے دو آدمی بیٹھے تھے۔ لیو پو کی پیٹھ میری طرف تھی، لیکن اُس کے ساتھیوں میں سے ایک نے تیزی سے مجھے اپنی طرف بڑھتے پا کر غالباً اُسے آگاہ کر دیا۔ لیو پو نے گردن موڑ کر بوٹھ کے پہلو سے مجھے دیکھا اور بس دیکھتا ہی رہ گیا۔ اُس نے اٹھ کر کھڑا ہونے یا صباگ نکلنے یا کوئی انتہائی اقدام کرنے کی ہرگز کوشش نہ کی، بس جیٹی جیٹی آنکھوں سے کھتا رہا۔ بوٹھ سپیشل میری واہنی جیب میں تھا۔ اور میرے ہاتھ نے اُسے تمام رکھا تھا، مگر گہری پیش کردہ واقعات سے ظاہر ہوا کہ لیو پو اور مجھے رے رکھنے کی ضرورت ہی نہ تھی۔

میں بوٹھ کے پاس رکھا تو لیو پو نے سر کا زاویہ مزید پلندہ کیا اور اسے سبکی سے بولا: "تو تم آئی گے، سکاٹ!"

"ہاں! اور ساری بات کھل چکی ہے۔" میں نے کہا۔ لیو پو کے متعلق ہماری تفصیلات حتیٰ کہ سپینیل کی طرف غلط فہمی بھی۔ میں یہ بھی جان چکا ہوں کہ اُس کا آئیڈیا تمہیں کس نے دیا تھا۔ یہ آئیڈیا میں نے خود تمہیں دیا تھا۔ مجھیک ہے نا؟"

اُس نے بے چارگی میں ایک ہاتھ سے اپنے دونوں ساتھیوں کو اشارہ کیا اور وہ خاموشی سے اُٹھے اور چلتے بنے۔ وہ چلے گئے تو میں نے خالی کرسی پر بیٹھ کر کھانکھٹا کنا شروع کیا۔ لیو پو! میں تمہیں ہر بات بتاؤں گا۔ اُسٹن سپینیل کے متعلق یہ جان لو کہ لاگو نامیں اُس نے دو محبوبائیں مختلف مقامات پر بیٹھ کر رکھی تھیں اور دونوں سے ال کے متعلق ہر وہ بات اُگلا چکا ہوں جو انہیں معلوم تھی۔ گزشتہ اڑتالیس گھنٹے میں اُسٹن کی ایک ایک مصروفیت مجھے معلوم ہے۔ بدھ کی رات جب میں نے تم سے نیل ایئر سے چوری ہونے والی ایک نادر تصویر کے متعلق تحقیق کرنے کو کہا تھا تو اُسٹن پانچ بجے کے بعد ایک محبوبہ کے ساتھ ہالی وڈ روز ویلٹ میں وقت گزارتا رہا، نہ کہ ویلٹ مورلینڈ میں جیسا کہ تم نے مجھے بتایا تھا۔ رات دس بجے ایک فون کال آنے پر دونوں نے کچھ پارچاٹ سیٹے اور

لاگو نام بیچ کی طرف روانہ ہو گئے۔ اس کے بعد وہ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ رہے اور اس دوران میں ال کہیں باہر گیا نہ اُس نے شہر میں کسی کو فون کیا۔ اس کا مطلب سمجھ گئے ہو؟ لیو پو! اس کے معنی یہ ہیں کہ اُس نے کسی کرلے کے قاتل کا انتظام نہیں کیا اور جو شخص مجھے قتل کرنے آیا تھا، وہ اُس کا بھیجا ہوا نہ تھا۔"

لیو پو نے زبان سے ہونٹ تڑکیے، مگر بولا نہیں۔

"مزے کی بات یہ ہے کہ کرلے کے قاتل نے بھی یہ نہیں کہا تھا کہ اُسے ال سپینیل نے بھیجا ہے۔ مرنے سے چند لمحے پہلے میرے پوچھنے پر اُس نے بس اتنا کہا تھا: 'سپینیل....' اُس نے اپنا نام سپینیل بتایا تھا۔ اس فقرے سے یہ ظاہر ہے کہ اُس نے ال کو دکھانا نہ تھا، بلکہ ایک ہزار ڈالر دینے والے شخص کا بتایا ہوا نام سپینیل ہی قبول کر لیا تھا۔ میں نے اپنے مخاطب کا چہرہ پڑھتے ہوئے کہا: 'لیو پو! یہ ظاہر ہے کہ وہ تمہیں بھی جانتا ہے پمپا سٹا نہ تھا۔' لیو پو کے لیے مشروب کے گھونٹ حلق سے اُٹارنا مشکل ہو رہا تھا۔

میں نے سلسلہ کلام پھر چوڑا کر اگل رات میں نے اُسٹن کو فون پر کسی سے دوہزار کے متعلق بات کرتے سنا۔ میں سمجھا وہ کسی کو دوہزار ڈالر کی ادائیگی کر رہا ہے، مگر نہیں، میرا یہ خیال غلط تھا۔ وہ کسی سے دوہزار لینے کی بات کر رہا تھا۔ ٹھیک کہہ رہا ہوں نا؟ لیو پو! دوہزار وہ تم سے لینے کی بات کر رہا تھا۔ تاکہ لاگو نام بیچ کا سفر اختیار کرنے کے اخراجات برداشت کر سکے۔ یوں اُسے دوہزار سے کم نے مجھے غلط راہ پر لگایا تاکہ اس کا سبب سے میری عدم موجودگی میں ڈاؤنچی کے دام کھرے کر سکو۔ لیو پو نے محض آخری گھونٹ پینے پر اکتفا کیا اور خاموش رہا۔ میں اپنے الفاظ پر زور دیتے ہوئے بولا: "یہ بات مجھے تم بتاؤ گے، لیو پو!"

اُس نے منہ پھلے ہوئے کہا: "ہاں! جانتا ہوں، کچھ اور بھی کہنا ہے؟"

”ہاں! بہت کچھ۔“ اسٹن پینیل نے ڈاونچی نہیں چڑائی تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ کام کس کا ہے؟ دوسرا سوال یہ ہے کہ اگر اس نے مجھے مروانے کے لیے کرائے کا قاتل نہیں بھیجا تو اور کس نے بھیجا تھا؟

”ممکن ہے.... اسی نے بھیجا ہو۔ لیوپو نے متاثر انداز میں رکتے رکتے کہا: کرائے کا قاتل اگر بھیجنے والے کو نہیں جانتا تھا تو اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ....“

میں نے قطع کلامی کی: ”بیکار باتیں چھوڑو، لیوپو! ابھی اور بہت کچھ کہنا سنا ہے۔“ اسٹن کو پہلی مرتبہ، جب وہ اڑتھ میلو کے ساتھ تھا، فون کال دس بجے کے بعد ملی تھی۔“

”اڑتھ میلو؟ مجھے بتا رہے ہو۔ اس نام کا....“ میں نے پھر بات کاٹی: ”یہ اس عورت کا نام ہے تم نے اسے اسٹن کے ساتھ ضرور دیکھا ہوگا اور اس کا خلیہ تفصیل سے مجھے بتا سکتے ہو، مگر تھوڑی سی تبدیلی کے ساتھ۔“ فرہ تھ، ”سُرخ زلفیں اور سبز آنکھیں۔ لیکن میں نے جب پہلی مرتبہ تم سے بات کی تھی تو تم پینیل سے رابطہ قائم نہ کر سکے تھے۔ اس وقت ادھر اُدھر کی ہانک کر تم نے مجھے اس کے پیچھے ڈال دیا تھا بعد میں جب میں قاتلانہ حملے سے بچنے کے بعد جیتا جاگتا، دوسری بار تم سے ملا تب تم نے اسٹن سے رابطہ استوار کیا۔ اچھ، ممکنہ یہ ہے کہ مجھ پر سہارن میں ناکام قاتلانہ حملے کے بعد ہی تم نے اسٹن سے رابطہ قائم کیا اور اسے لاگو نامیج جانے کے لیے مالی ترغیب دی۔“

”آکھیں گھاگھا کر لیوپو نے نکتہ ذہن میں بیٹھانے کی اپنی ہی کوشش کی، ہولے سے اپنا سر ہلایا اور پچھلایوں نگاہوں سے مجھے مکنے لگا۔

”لیوپو! میں نے پھر بات اٹھائی“ میں نے تین آدمیوں کے متعلق ڈاونچی کی چوری کا شبہ تمہارے سامنے ظاہر کیا تھا جن میں سے ایک اسٹن پینیل تھا، اور تم نے خود بتایا ہے کہ اُن تینوں میں سے محض پینیل سے تمہارا کنٹیکٹ ہوا۔ صاف ظاہر ہے کہ جس شخص نے میرے قتل کا سامان کیا تاکہ

اٹھائی لاکھ ایلٹ کی ڈاونچی کے چور پر ہاتھ نہ ڈال سکوں، وہ اُن چار میں سے ایک تھا جنہیں میں جانتا پہچانتا تھا اور جن میں تم بھی شامل تھے۔ وہ پینیل ہو سکتا تھا یا ایک جسے میں نے وہی کچھ بتایا تھا جو تمہیں بتا چکا تھا۔ اگر یہ دونوں تھے تو پھر میرا سوچنا ہو سکتا تھا۔ بہت سی وجوہات اور شواہد کی بنا پر ایک کا نام خارج از بحث ہے۔ منطقی طور پر اپنے سوچ کو بھی خود اپنی چیز چرلے کے الزام نہیں دے سکتا۔ پینیل لوہ اس کی دوجوبواؤں سے دوبارہ گفتگو کے بعد مجھے یقین ہو گیا ہے کہ ڈاونچی پر اس نے ہاتھ صاف نہیں کیا۔ اب رہ جاتا ہے جو تمہا شخص، اور وہ تم ہو لیوپو! صرف تم!“

”تمہارا استیاس ہوا“ اس نے دانت پیستے ہوئے کہا۔ ”خوتوں کی طرح مت کو سو! میں جانتا ہوں تمہیں میری موت کی کتنی تمنا ہے۔“

وہ اُداسی کے ساتھ مسکرایا۔ میں نے مشروب کا ایک اور اڈر دیا اور بات جاری رکھی: ”مجھے قیاس کر لینا چاہیے تھا کہ پینیل اگر ڈاونچی کا سودا کرنے کو ہے تو وہ بھی دو دو تلوں کے ساتھ اتنا قیمتی وقت ضائع نہیں کر سکتا۔ اب اگر وہ ڈاونچی فروخت نہیں کر رہا تھا تو اور کون ایسا کر رہا تھا؟ لیکن ابھی ایک اور پچھوٹی سی بات رہتی ہے، پھر بولنے کی تمہاری باری ہوگی۔“

”کونسی بات؟“ تہذہ کی رات جب میں نے تمہیں یہاں ڈالی بار میں دیکھا تو تم بھاری تن و توش والے ایک شخص کے ساتھ باتیں کر رہے تھے جو مجھے دیکھتے ہی غائب ہو گیا تھا۔ دوسری مرتبہ ’میری ٹائم‘ ریسٹوران میں تم سے ملنے آیا تو ایک شخص جو ڈالی بار والے آدمی سے ملتا جلتا تھا، پھر تم سے مصروف گفتگو تھا۔ اس بار بھی پہلے کی طرح مجھے دیکھتے ہی وہ شخص رونچکڑ ہو گیا۔ اب میں شرط پر دکر کہہ سکتا ہوں کہ وہی شخص ڈاونچی کا خریدار تھا اور تم سے اس شاہکار کا سودا طے کر رہا تھا۔ بہر حال، تم نے کتنے دام کھرے کیے ڈاونچی کے؟“

لیو پو کی نظر میں یہ بڑی عجیب تھیں۔ آخر اُس نے سر اٹھایا اور کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد بولا: ”کل ایک لاکھ ڈالر ملے۔“
دوسری مرتبہ جب تم نے ہمیں اکٹھے دیکھا تو شاہکار تصویر اُس کے حوالے کی جا چکی تھی۔ ایک لاکھ میں سے چالیس ہزار میرا حصہ تھا۔“
”ایک لاکھ میں خریدنے والے کا نام بھی اگلے دو“
”فکٹر“

چند لمحوں تک میرے پردہ ذہن پر کوئی شبیہ نہ ابھری، پھر یاد آ گیا کہ یہ نام کہاں سنا تھا اور کتنی کی ساری کڑیاں جڑتی محسوس ہوئیں۔ میں نے کہا: ”ہوں، تو باقی سب کچھ بھی اگلے دو“
وہ دیر تک بولتا رہا اور میں بھرے گلاس کی چمکیاں لگا رہا۔



رات کے تقریباً گیارہ بجے تھے جب ہمارے لیے بیل ایئر کی رہائش گاہ کا دروازہ کھلا۔ میڈسن کی نگاہیں میرے ساتھ آنے والے شخص پر پڑیں تو اُس نے پوچھا: ”یہ جٹلیں کون ہے؟ مسٹر سکاٹ!“
”یہی وہ شخص ہے جس نے ڈاؤنچی اُڑائی۔“ میں نے تعارف کر دیا۔

میڈسن کے چہرے پر الجھن اور کبیدگی کے پلے چلے آشکار نمودار ہو گئے۔ راندر جا کر لیو پو کو ہم نے بڑے منقش صوفے کے سامنے بیٹھا اور خود لاٹیریری میں چلے گئے۔ وہاں موجود سب لوگ بے چین سے دکھائی دے رہے تھے۔ اُن میں سے ایک شخص تو انتہائی مضطرب اور پریشان تھا اور اپنی بے چینی چھپانے کی ناکام کوشش کر رہا تھا۔

صوفے پر بیٹھے اور قریب کھڑے لوگوں کے پاس جا کر میں نے بلند آواز سے کہا: ”ٹھیک ہے۔ اب تم اندر آ سکتے ہو۔“ پھر خوشگوار لہجے میں اضطراب کے شکار آدمی سے مخاطب ہوا: تمہیں ایک دوست سے ملانا چاہتا ہوں، جارح!“

ہاں یہ جارح ہی تھا۔ اگر پہلے کوئی رتی بھر شبہ تھا تو اب جارح کا رد عمل دیکھ کر وہ بھی دُور ہو گیا۔ لیو پو پر نظر پڑتے ہی اُس کا رنگ سرسوں کی طرح زرد ہو گیا۔ جب بڑے لنگ کئے اور ٹیکہ کھول کر وہ غیر متوازن سانس لینے لگا۔ اُس کی یہ حالت جانچنے کے بعد میں اپنے ٹوکھل کی طرف مڑا۔ جی برنی میڈسن کی دال، جارح سے بھی زیادہ پتلی ہو رہی تھی۔ میں اُسے فون پر پیشگی اطلاع دے کر آیا تھا کہ ناخوشگوار ترین خبر کے لیے تیار رہو، اور غالباً پیش آنے والے رُوح فرسا حالات کا اُسے بھی کچھ اندازہ تو چکا تھا اور اب اُس کی حالت دمِ نزع کی سی ہو رہی تھی۔ کمرے میں سکوت لمحہ بہ لمحہ گہرا ہوتا جا رہا تھا۔ پھر جارح ریتی میڈسن جو نیمر کے لمبوں سے ادا ہونے والے ایک لفظ نے یہ سکوت پارہ پارہ کر دیا۔ بس ایک لفظ، مگر یہ کوئی شائستہ اور خوشگوار لفظ نہ تھا۔



تھیوڈور فکٹر جس کے متعلق میڈسن نے بتایا تھا کہ ڈاؤنچی نیلام ہوتے وقت وہ آخری تین بولی دہندگان میں سے ایک تھا، وہیں بیل ایئر کے علاقے میں پُرکاش تہنگی بسر کر رہا تھا۔ اُس کی رہائش گاہ سے شاہکار کی برآمدگی دشوار ضرور ثابت ہوئی، لیکن صرف پچاس تیس منٹ میں یہ کام ہو گیا۔ اُسے دُرا دھکا کر ڈاؤنچی حاصل کرنے کے بعد میں اتنی مرتبہ میڈسن کی رہائش گاہ پر وارد ہوا۔

غلوٹ گاہ کی دیوار پر خالی چوکنے میں ڈاؤنچی سجانے کے بعد اُس کا جائزہ لیتے ہوئے میڈسن، ہٹکن اور خستہ حالی کی انتہا کو پہنچ گیا تھا اور کچھ زیادہ معترک رہا تھا۔

میں بولا: ”مسٹر میڈسن! اس مرحلے پر مزید رد و قدح کی ایسی ضرورت نہیں؛ تاہم یہ جاننا چاہتا ہوں کہ واقعی تمہیں جم چانس پر شبہ تھا۔“

تھوڑے سے تذبذب کے بعد اُس نے کمر درآواز میں کہا: ”اگرچہ یہ خیال تکلیف دہ تھا، مگر میرا گمان یہی تھا، لیکن جو نتیجہ برآمد ہوا وہ تو بڑا ہی...“ فقرہ مکمل کیے بغیر وہ

خاموش ہو گیا۔

کچھ دیر تک خاموشی مسلط رہی۔ پھر مجھے جارج کا خیال آ گیا جس نے ہفتہ وار جیب خرچ میں ساٹھ ہزار ڈالر کے اصلے کی ناکام سعی کی تھی۔ پھر تھوڑے دنوں میں ساٹھ ہزار ڈالر کے ذہن پر ابھر جس نے دولاکھ اسی ہزار ڈالر کی ڈاونچی، محض ایک لاکھ ڈالر میں ہتھیایا جا ہی۔ آخر میں لیوپولڈ کا خیال ذہن میں وارد ہوا جس کا حصہ اس واردات میں چالیس ہزار ڈالر تھا۔ اس دوران پتہ نہیں مسٹر میڈلسن کے ذہن پر کن سوچوں نے یلغار کر رکھی تھی۔ آخر کار وہ بولا، کیا میرا بیٹا مسٹر فنسٹر تک براہ راست پہنچا تھا؟

”نہیں! اُس کا خیال ضرور تھا، مگر پھر اُس نے لیوپولڈ ذریعہ اختیار کرنا ہی مناسب جانا“

”ایسے آدمی سے جارج کی ملاقات یا جان پہچان کیونکر ہوئی؟“

”ان دونوں کی ملاقات ڈالی بار میں ہوئی۔ جارج وہاں کیا کرنے گیا تھا، یہ بات چند اہم نہیں۔ اہم بات یہ ہے کہ لیوپولڈ اُس کی ملاقات ہوئی اور اُسے کسی نہ کسی طرح معلوم ہو کہ یہ شخص آرٹ کے دائرہ نمونے چمکا رہا ہے۔ پھر جب جارج نے ڈاونچی کا ذکر کیا تو لیوپولڈ نے اُسے تقریر تصور کیا۔ جارج کو ڈاونچی کے دوسرے بولی وہ ہند گان کا بھی علم تھا اور اُس نے یہ معلومات لیوپولڈ تک پہنچائیں۔ حقیقت یہ ہے کہ لیوپولڈ سے میری پہلی اور دوسری ملاقات کے وقت وہ فنسٹر سے ابھی سواطے کر رہا تھا“

”اور اُس نے واقعی ہمیں قتل کروانے کی ناکام کوشش کی تھی؟“

”ہاں۔ اُسے احساس تھا کہ میں اُسے فنسٹر کے ساتھ دیکھ چکا ہوں۔ فنسٹر سے واقعہ نہ ہونے کے باعث یہ بات میرے دہم و گمان میں بھی نہ تھی۔ عین ممکن ہے، جارج نے لیوپولڈ کو میری اور تمہاری پہلی ملاقات کی خبر دیتے ہوئے آگاہ کر دیا ہو کہ مجھے چوری کی نقشیت پر مامور کیا گیا ہے۔ لیوپولڈ

کو میرے اُس تک پہنچنے سے پہلے ہی پتہ چل چکا تھا اور شاید اُسے یگانہ بھی گزرا ہو کہ میں اُس کے پیچھے پڑا ہوا ہوں۔ اب اگر میں اُسے مجرم ثابت کر دیتا تو اُسے نہ صرف بڑے گھر کی ہوا کھانا پڑتی، بلکہ چالیس ہزار ڈالر سے بھی محروم ہونا پڑتا، چنانچہ اُس نے یہی بہتر جانا کہ میرا نشانہ اسے سے ہٹانے سے یہی وجہ تھی کہ اُس نے ایک ہزار ڈالر پر کرائے کا قاتل مجھے مروانے کے لیے بھیجا۔ یہ اقدام ایک خطا کا رانسان کا تھا اور اُسی سے مجھے بالآخر اُس کا پتہ چلا“

”ہوں!“ میڈلسن نے سر ہلا کر کہا۔ ”تو گویا چوری سے آئسن سٹینیل کا کوئی تعلق نہ تھا؟“

”بالکل نہیں۔ اُسے تو اپنے دوسرے مشاغل ہی سے فرصت نہ تھی۔“ میں نے جواب دیا۔ ”لیوپولڈ نے چالاکی یہ کی کہ مجھے آئسن کے پیچھے لگا کر گویا سائے کے تعاقب میں ڈال دیا۔ اُس کا یہ تکیا درست تھا کہ میں آئسن پر اپنی تمام تر توجہ مرکوز کرتے ہوئے کسی اور حلقے کے لیوپولڈ کے متعلق بھی نہ سوچ سکوں گا“

”مسٹر سکاٹ! میڈلسن نے سنجیدگی سے کہا۔ اُس میں شک نہیں کہ تم نے غیر معمولی اور انوکھے اقدامات کرتے ہوئے میری عائد کردہ پابندیاں بھی پوری طرح ملحوظ خاطر رکھیں۔ کاش! یہ معاملہ کسی اور صورت اختیار نہ کرتا... مگر خیر! بہر صورت میں تمہارا شکر گزار ہوں۔ اُس نے جیب میں سے کاغذ کا ایک ٹکڑا نکال کر میرے حوالے کیا۔ میں نے اُس پر نظر ڈالی۔ بیشک یہ میری محنت کا ثمر یعنی معقول رقم کا چیک تھا۔ میڈلسن نے سلسلہ کلام جوڑتے ہوئے مزید کہا۔ اُس معاملے میں تمہارا کردار ختم ہو چکا، مسٹر سکاٹ! لیکن یقین رکھو مناسب کارروائی سے ہرگز گریز نہیں کروں گا۔ چور کے خلاف مقدمے کی پوری پیروی کروں گا اور مسٹر فنسٹر کو بھی اپنی اسی مذموم حرکت کا نتیجہ بھگتنا ہو گا۔ رہا میرا بیٹا تو اُسے بھی...“ فقرہ اٹھوڑا چھوڑ کر ایک ٹھنڈا سا سانس لیتے ہوئے، اُس نے الوداعی مصافحے کے لیے ہاتھ بٹھا دیا۔ *